﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۲/جولائی ۲۰۰۴ء | ۱۳/جمادی الاوّل ۱۴۲۵ ہجری قمری ۲/وفا ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۲۷

علم دین کی فضیلت

حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور ترقی دینا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

(بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ به خیرا)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام﴾

انسان کے قویٰ خواہ روحانی ہوں اور خواہ جسمانی جب تک ان سے کام نہ لیا جائے وہ ترقی نہیں پکڑ سکتے۔

’’دین اور دنیا ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے سوائے اس حالت کے جب خدا چاہے تو کسی شخص کی فطرت کو ایسا سعید بنائے کہ وہ دنیا کے کاروبار میں پڑ کر بھی اپنے دین کو مقدم رکھے۔ ایسے شخص بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص ہزار ہا روپیہ کے لین دین کرنے میں مصروف تھا۔ ایک ولی اللہ نے اس کو دیکھا اور کشفی نگاہ اس پر ڈالی تو اس کا دل باوجود اس قدر لین دین روپیہ کے خدا تعالیٰ سے ایک دم غافل نہ تھا۔ ایسے ہی آدمیوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾(النور:۳۸) کوئی تجارت اور خرید و فروخت ان کو غافل نہیں کرتی۔ اور انسان کا کمال بھی یہی ہے کہ دنیوی کاروبار میں بھی مصروفیت رکھے اور پھر خدا کو بھی نہ بھولے۔ وہ ٹٹو کس کام کا ہے جو بروقت بوجھ لادنے کے بیٹھ جاتا ہے اور جب خالی ہو تو خوب چلتا ہے۔ وہ قابل تعریف نہیں۔ وہ فقیر جو دنیوی کاموں سے گھبرا کر گوشہ نشین بن جاتا ہے وہ ایک کمزوری دکھلاتا ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ ہم کبھی نہیں کہتے کہ عورتوں کو اور بال بچوں کو ترک کر دو اور دنیوی کاروبار کو چھوڑ دو۔ نہیں، بلکہ ملازم کو چاہئے کہ وہ اپنی ملازمت کے فرائض ادا کرے اور تاجر اپنی تجارت کے کاروبار کو پورا کرے لیکن دین کو مقدم رکھے۔

اس کی مثال خود دنیا میں موجود ہے کہ تاجر اور ملازم لوگ باوجود اس کے کہ وہ اپنی تجارت اور ملازمت کو بہت عمدگی سے پورا کرتے ہیں، پھر بھی بیوی بچے رکھتے ہیں اور ان کے حقوق برابر ادا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ایک انسان ان تمام مشاغل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حقوق کو ادا کر سکتا ہے۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر بڑی عمدگی سے اپنی زندگی گزار سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تو انسان کا فطرتی تعلق ہے کیونکہ اس کی فطرت خدا تعالیٰ کے حضور میں ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾(الاعراف:۱۷۳) کے جواب میں ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ کا اقرار کر چکی ہوئی ہے۔

یاد رکھو کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ جنگل میں چلا جائے اور اس طرح دنیوی کدورتوں سے بچ کر خدا کی عبادت کرے وہ دنیا سے گھبرا کر بھاگتا ہے اور نامردی اختیار کرتا ہے۔ دیکھو ریل کا انجن بے جان ہو کر ہزاروں کو اپنے ساتھ کھینچتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ پھر افسوس ہے اس جاندار پر جو اپنے ساتھ کسی کو بھی کھینچ نہیں سکتا۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی طاقتیں بخشی ہیں۔ اس کے اندر طاقتوں کا ایک خزانہ خدا تعالیٰ نے رکھ دیا ہے لیکن وہ کسل کے ساتھ اپنی طاقت کو ضائع کر دیتا ہے اور عورت سے بھی گیا گزرا ہو جاتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جن قویٰ کا استعمال نہ کیا جائے وہ رفتہ رفتہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر چالیس دن تک کوئی شخص تاریکی میں رہے تو اس کی آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔

ہمارے ایک رشتہ دار تھے انہوں فصد کرایا تھا۔ جراح نے کہہ دیا کہ ہاتھ کو حرکت نہ دیں۔ انہوں نے بہت احتیاط کے سبب بالکل ہاتھ نہ ہلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس دن کے بعد وہ ہاتھ بالکل خشک ہو گیا۔ انسان کے قویٰ خواہ روحانی ہوں اور خواہ جسمانی جب تک ان سے کام نہ لیا جائے وہ ترقی نہیں پکڑ سکتے۔ بعض لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جو شخص اپنے قویٰ سے خوب کام لیتا ہے اس کی عمر بڑھ جاتی ہے۔ بے کار ہو کر انسان مردہ ہو جاتا ہے، بیکار ہوا تو آفت آئی‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۶۲۔۱۶۳، جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

خدام کے فرائض

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اب اس وقت جو ہماری نسل ہے یعنی خدام الاحمدیہ جس میں اطفال اور خدام شامل ہیں یعنی جن کی سات سال سے لیکر چالیس سال تک کی عمر ہے اس پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ اس وقت اُفق انسانیت پر غلبہ اسلام کی شعاعیں جن کی نگاہیں تیز ہیں انہیں ابھرتی نظر آ رہی ہیں۔ جن کی نگاہیں ذرا کمزور ہیں وہ آج نہیں تو کل دیکھ لیں گے۔ لیکن ہمارے اوپر بڑی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ ہمیں اخلاقی لحاظ سے ذہنی لحاظ سے اور جسمانی لحاظ سے ہر وقت چوکس رہنا چاہئے۔ مدثر کے معنی یہی ہوں گے۔ وہ گھوڑا کون سا ہے جس کی پیٹھ پر آپ نے سوار ہونا ہے اور وہ تیار ہے اور جسے آپ نے خوب کھلا پلا کر تیار رکھا ہوا ہے کہ عرب کے گھوڑے کی طرح نو سو میل بغیر پانی پیئے سفر طے کر لے۔ وہ گھوڑا علم کا گھوڑا ہے۔ وہ اخلاق کا گھوڑا ہے۔ وہ گھوڑا خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب کرنے کا گھوڑا ہے جسے ہم تمثیلی زبان میں گھوڑا کہتے ہیں۔ اس کے اوپر آپ نے سوار ہونا ہے محمد ﷺ کے اخلاق کو لے کر۔ محمد ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم سکھائے گئے ہیں ان کو لے کر اور جو نور آپ کو دیا گیا ہے اُس نور کی بھریاں بھر کر (اگر نور کی بھریاں بھری جاسکیں اور آپ اس کو سمجھ جائیں) آپ نے دنیا کے پاس جانا ہے۔ اس سے لینے کے لئے نہیں بلکہ اسے دینے کے لئے آپ نے جانا ہے۔ اس کام کے لئے آپ کو تیار ہونا چاہئے۔ خدا کرے ہماری ساری دعائیں اور ہماری حقیر کوششیں کامیاب ہوں اور یہ نسل جو اس وقت ہمارے دلوں میں فکر پیدا کر رہی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو ہم سے زیادہ حاصل کرے ہم سے کم حاصل نہ کرے۔‘‘ (مشعل راہ جلد دوم۔ صفحہ ۲۹۵)

انبیاء اور ان کے قائمقاموں سے فیضیاب ہونے کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’انبیاء اور ان کے قائمقاموں سے بھی اسی وقت فیض حاصل ہوسکتا ہے جب ان سے براہ راست ذاتی تعلق پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام تاکید فرمایا کرتے تھے کہ بار بار ملتے رہنا چاہئے اور مَیں بھی نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ اگرچہ دل ڈرتا بھی ہے کیونکہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہر ایک سے ذاتی طور پر واقفیت رکھنا آسان نہیں۔ مگر یہ صحیح ہے کہ جب تک تعلق نہ ہو اور تعلق بھی متعلّم ہونے کا ہو یہ نہیں کہ آئے بیٹھے اور باتیں کیں اور سب کچھ وہیں جھاڑ کر چلے گئے۔ چکنے گھڑے کی طرح نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ نیت ہو کہ شاگرد کی طرح کچھ حاصل کرنا اور پھر اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ فائدہ عمل کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔ ساری باتوں پر عمل کرنا تو مشکل ہے لیکن کم از کم نیت یہ ضرور ہونی چاہئے کہ فائدہ اٹھانا ہے تو براہ راست تعلق کے بغیر فیضانِ حقیقی حاصل نہیں ہوسکتا‘‘۔

(خطبات محمود جلد نمبر ۱۲۔ صفحہ ۲۹۹۔مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

اداریہ

ایک بری عادت ــ بخل

بخل ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو نیکی اور ترقی کے مواقع سے استفادہ کرنے سے محروم کر کے برائیوں اور بدیوں کے ایسے پھسلنے والے رستہ کی طرف دھکیل دیتی ہے جو قعرِ مذلت کی طرف لے جاتا ہے۔

بخیل عام طور پر اسے کہا جاتا ہے جو اپنا مال صحیح موقع اور صحیح مصرف پر خرچ کرتے ہوئے بھی خوشی محسوس نہ کرے اور اسے اپنے مال کے خرچ ہونے سے تکلیف ہو۔ اسی طرح وہ شخص بھی بخیل ہے جو اپنی خداداد صلاحیتوں اور قابلیتوں کو دوسرے بھائیوں اور عزیزوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے استعمال نہیں کرتا یا ان کو اس فائدہ سے جو وہ حاصل کر سکتے ہوں محروم رکھتا ہے۔

اگر بخیل اپنے بخل کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو اسی کے رستہ میں خرچ کرنے سے رکا رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایک ایسی نیکی سے محروم کر لیا جو اور نیکیوں کی طرف لے جانے والی تھی اور قرآنی محاورہ کے مطابق جس سے کئی سو گنا فوائد حاصل ہونے تھے۔ بخل کا یہ پہلو بھی قابل غور اور قابل توجہ ہے کہ بخیل اگر وقتی طور پر چند پیسے بچا بھی لے گا تو بعد میں اسے وہ پیسے بلکہ اس سے بھی زیادہ پیسے خرچ کرنے پڑیں گے کیونکہ ضرورت تو پوری کرنی ہی پڑتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ۔ ؎

ہر کہ دانا کند کند ناداں　　لیک بعد از خرابئ بسیار

اور غالباً ایسے ہی مواقع پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ 'مہنگا روئے ایک بار سستا روئے بار بار'۔

بخل کا یہی نقصان نہیں ہوتا کہ اسکی وجہ سے دوسرے لوگ جائز فائدہ حاصل کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں بلکہ سب سے زیادہ نقصان تو خود بخیل کو پہنچ رہا ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے بخل کی وجہ سے نیکی کے مواقع سے، ترقی کے مواقع سے، تعلقات میں وسعت کے مواقع سے اپنے آپ کو محروم کرنے کے علاوہ اپنی اس حالت پر ہر وقت کڑھتے رہنے کی وجہ سے مستقل تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اس طرح وقت پر صحیح فیصلہ کرنے اور صحیح اقدام کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو کر ایک نشانِ عبرت بن جاتا ہے۔ یاد رہے کہ کفایت شعاری اور بخل میں بہت فرق ہے۔ کفایت شعاری تو یہ ہے کہ سوچ سمجھ کر کم خرچ پر اپنی ضروریات کو پورا کیا جائے اور ضروریات کو بھی محدود رکھنے کی کوشش کی جائے اور اسراف و فضول خرچی سے بچا جائے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے 'آپ بیتی' میں بخل کی ایک عجیب مثال بیان کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں میڈیکل ہوسٹل میں ایک طالب علم اپنی بخیلی کی وجہ سے مشہور بلکہ بدنام تھے۔ ایک دن دوستوں نے دیکھا کہ وہ صاحب دودھ اور جلیبی کا ناشتہ کر رہے ہیں۔ سب دیکھنے والوں کو بہت تعجب ہوا اور کسی نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھ ہی لیا کہ کیوں صاحب یہ کیا عیاشی ہو رہی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کوئی عیاشی نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ کل رات میں پڑھائی کے وقت سو گیا اس پر مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنی غلطی اور سستی کی سزا ملنی چاہئے تو میں نے سوچ سوچ کر یہی سمجھا کہ مجھے اس سے زیادہ کسی بات سے تکلیف نہیں پہنچے گی کہ میں اپنے اوپر کچھ خرچ کروں چنانچہ میں نے سزا کے طور پر دودھ جلیبی خریدنے پر زائد خرچ کر کے اپنے آپ کو سزا دی ہے۔

بخل کی ایک یہ عجیب صورت بھی بعض دفعہ دیکھنے کو ملتی ہے کہ مثلاً الف کو ب سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے تو ج اس پر کڑھتا اور تکلیف محسوس کرتا ہے حالانکہ ج کا نہ تو کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہی الف کے فائدے سے اسے کوئی نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے۔ تاہم صرف یہ سوچ کر کہ الف کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو کیوں پہنچ رہا ہے ج کو تکلیف ہوتی ہے۔ بخل کی یہ صورت حسد سے پھوٹتی ہے اور اس طرح یہ معمولی بدی یا گناہ کی بات نہیں رہتی بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایسی بدی بن جاتی ہے جو نیکیوں کو اس طرح جلا کر بھسم کر دیتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔

قرآن مجید مومن کی یہ شان بتاتا ہے کہ وہ بخل اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے درمیانی رستہ یعنی اعتدال و توازن پر قائم ہوتا ہے۔ قرآن مجید بخل سے اپنا دامن بچا لینے والوں کو فلاح و کامیابی کی خوشخبری دیتا ہے اور یہ بھی فرماتا ہے کہ مومن تو وہ ہے جو اپنی تنگ دستی کے باوجود دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

حد سے بڑھی ہوئی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی قومی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"...... مال کی محبت حلال و حرام کا امتیاز اڑا کر انسان کو ظلم کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ جس شخص کے دل میں انتہائی طور پر مال کی محبت ہوگی وہ حلال اور حرام میں کوئی امتیاز نہیں کرے گا۔ حلال ذریعہ سے مال آئے گا تو اسے بھی لے لے گا۔ حرام ذریعہ سے مال آئے گا تو اسے بھی لے لے گا اور جس شخص میں حلال و حرام کا امتیاز نہ رہے وہ ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور جس قوم میں ظالم پیدا ہو جائیں اس کا شیرازہ کبھی متحد نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک لازمی اور طبعی بات ہے کہ جب انتہائی طور پر مال کی محبت پیدا ہوگی اور حلال و حرام کی تمیز جاتی رہے گی تو انسان ظلم سے بھی دریغ نہیں کرے گا اور جب قوم میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جن کو دوسروں کو لوٹنے میں مزا آتا ہو تو وہ قوم کبھی پنپ نہیں سکتی"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا تعالیٰ سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا"۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بخل و اسراف سے بچتے ہوئے جادۂ اعتدال پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(عبدالباسط شاہد)

خوش آمدید، مرحبا، ویلکم، خوش آمدید

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے کینیڈا میں ورود مسعود پر افراد جماعت کینیڈا کی ترجمانی میں استقبالیہ گیت

اقلیم معرفت کی مسافت کے شہسوار
اے حرف حرف روشنی شرح پیام یار
خوش آمدید، مرحبا اے ابر نو بہار
خوش آمدید اے گلِ خوبی ہلالِ عید
خوش آمدید ، مرحبا ، ویلکم ، خوش آمدید

رہ تیری کب سے دیکھ رہے تھے ترے غلام
صد شکر انتظار کی گھڑیاں ہوئیں تمام
خوشبو کی طرح پھیل گئی وصل کی نوید
خوش آمدید اے گلِ خوبی ہلالِ عید
خوش آمدید ، مرحبا ، ویلکم ، خوش آمدید

اترا ہے نورجان بہاراں کے روپ میں
غنچے کھلے ہیں دل کے محبت کی دھوپ میں
سرمست و نغمہ زن ہے عجب موسم سعید
خوش آمدید اے گلِ خوبی ہلالِ عید
خوش آمدید ، مرحبا ، ویلکم ، خوش آمدید

پیکر میں تیرے شفقت و رحمت کی آبشار
تُو زندگی ہماری ترا پیار بے کنار
ہر دل بس اک نگاہ سے تُو نے لیا خرید
خوش آمدید اے گلِ خوبی ہلالِ عید
خوش آمدید ، مرحبا ، ویلکم ، خوش آمدید

تُو مل گیا تو جیسے جہاں مل گیا ہمیں
اپنے خدا کا زندہ نشاں مل گیا ہمیں
تیرا وجود کھوئے خزانوں کی ہے کلید
خوش آمدید اے گلِ خوبی ہلالِ عید
خوش آمدید ، مرحبا ، ویلکم ، خوش آمدید

(جمیل الرحمن (ہالینڈ))

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اوران کی تحریک

(دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت)

(مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہدؔ نے ۱۹۵۲ء میں ایک تحقیقی مقالہ سیدابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کی تحریک کے متعلق تحریر فرمایا جو ماہنامہ 'الفرقان' ربوہ کے شمارہ مئی، جون ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔ ذیل میں اس کا ایک حصہ ہدیۂ قارئین ہے۔) (مدیر)

مسلمانان ہند کی تاریخ میں ہزاروں سیاسی اور مذہبی انقلاب آئے مگر ۱۸۵۷ء کے حادثہء عظیمہ کے سوا کوئی حادثہ ایسا نہیں جس نے ان کی حیات ملّی کو ایسا نقصان عظیم پہنچایا ہو کہ ان کے افکار و خیالات کی دنیا ہندوازم دہریت اور سب سے بڑھ کر عیسائیت کے سیلاب کی نذر ہوگئی ہو۔ اس عظیم حادثے کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو مایوس کن حالات رونما ہوئے ان کی اصلاح کے لیے آغاز کار دو تحریکیں اٹھیں۔ ان میں سے ایک تحریک دارالعلوم دیوبند کے قیام کے ساتھ وابستہ تھی اور دوسری تحریک کا تعلق سرسید احمد خان کے علیگڑھ محمڈن کالج سے تھا۔ یہ دونوں تحریکیں ابتدائی کوشش کے لحاظ سے نہایت قابل تحسین تھیں۔ بلاشبہ ان کے نتیجے میں مسلمانوں کی دو عظیم درسگاہیں معرض وجود میں آئیں اور ان کی وجہ سے مسلمانوں میں کچھ بیداری کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے۔ لیکن ان دونوں تحریکوں میں نہ صرف یہ کہ باہم کوئی ربط نہ تھا بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ بالکل متضاد لائینوں پر چل رہی تھیں اور عیسائیت، آریہ سماج اور کفرو الحاد کے پیہم حملوں کی وجہ سے اسلام کے لیے جو خطرہ پیدا ہورہا تھا اس کی طرف ان کی خاطر خواہ توجہ نہ تھی۔ اول الذکر تحریک کے نتیجے میں تو صرف ایسے مشرقی دماغ تیار ہوسکے جو مغربی علوم اور جدید افکار سے مکمل بائیکاٹ کو ہی کامیابی کا ذریعہ تصور کرتے تھے اور مؤخر الذکر تحریک سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو وابستہ کیا ان کی نگاہ اس ابتدائی اور حد درجہ محدود مطمح نظر سے آگے نہ جاسکی کہ امت مسلمہ کی ترقی کی لئے انگریزی تعلیم کا حصول ضروری ہے۔ عیسائیت اور اسی قسم کے دوسرے خلاف اسلام افکار کے مقابلے اور ان کے استیصال سے یہ دونوں تحریکیں غافل تھیں اور یہ امر ان کی نگاہ سے بالکل اوجھل تھا کہ مسلمانوں میں مذہبی اور روحانی تنظیم کا فقدان فی الحقیقت ان کی تمام خرابیوں کا اصل ذمہ دار ہے۔ حالت یہ تھی کہ انگریز لیڈر برطانوی دارالعوام میں برملا کہہ رہے تھے کہ اب ہمیں ہندوستان میں مسیحی دین کا جھنڈا لہرانے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ ہندوؤں کا نیا فرقہ آریہ سماج تیز خنجر لے کر الگ سر اٹھا رہا تھا اور بڑی مصیبت یہ تھی کہ مسلمان آپس میں ہی فروعی مسائل پر دست و گریباں ہورہے تھے اور خود ان کے عقائد میں زبردست انقلاب آرہا تھا۔

ان دردناک حالات میں خدا تعالیٰ کا ایک مقدس بندہ ہندوستان کے مغربی کونے سے تنہا اٹھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے دشمنان اسلام کے تیز ہتھیار بیکار کر کے رکھ دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پسپا ہونے پر مجبور ہوگئے۔ اسلام کا یہ مجاہد قادیان کا برگزیدہ انسان حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود ہے۔ آپؑ نے مسلمانوں کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا کہ آج اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور ان کی انفرادی و اجتماعی بقا اور زندگی ایک مذہبی مرکز اور جماعت سے وابستہ ہے۔ آپؑ نے اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے قدیم فیصلوں کے مطابق مجدد اور مہدی بنا کر بھیجا ہے۔ دیوبند اور علی گڑھ کے محدود نقطہء نظر کے بالمقابل آپؑ نے اپنا مشن یہ قرار دیا کہ میں اسلئے آیا ہوں کہ:-

''......ایشیا، افریقہ، امریکہ اور دیگر تمام دنیا کی سعید روحوں کو دین واحد پر جمع کروں۔'' (الوصیت)

بات تھی بھی یہی کہ مسلم قوم کی اصلاح اور دنیا بھر میں اسلامی حکومت کا قیام صرف اسی مرکز کی بدولت عمل میں آسکتا تھا جس کی بنیاد خدا تعالیٰ کے الہام اور اس کے منشاء کے ماتحت رکھی گئی ہو۔ چنانچہ آپؑ نے مذکورہ بالا دونوں تحریکوں کو ان کے محدود نقطہء نظر سے آگاہ کرتے ہوئے دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی صحیح ترقی کی راہ بتائی اور باقاعدہ ایک جماعت بنا کر لوگوں کو اپنے خاص نقطہء نظر کے مطابق تربیت دینی شروع کی۔ چنانچہ تھوڑے سے عرصہ میں آپؑ کے ہاتھوں وہ گروہ پیدا ہوگیا جو مغربی اور اسلامی علوم سے پوری طرح متعارف ہوکر دنیا کو اسلامی نظام کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہوگیا۔

آپؑ نے خدا تعالیٰ کے الہام سے خبر پاکر یہ پرشوکت اعلان فرمایا:

''یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لیے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کردے گا......اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے، وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور باد مخالف سے بچاتا رہے گا۔'' (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۹۸۔۲۰۰)

دیوبندی ٹائپ کے خیالات پر کڑی تنقید کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

''میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کردیتی ہے اور یہ اقرار کئے بیٹھے ہیں کہ گویا سائنس اور اسلام بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفے کی کمزوریوں کی ظاہر کرنیکی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۲ مطبوعہ تالیف وتصنیف۔قادیان)

اسی طرح آپؑ نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو توجہ دلائی کہ:-

''مجھے یہ بھی تجربہ ہے............کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقع نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے............ بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہوسکتی ہے جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو۔ اور کسی اہل دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مرد خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔......آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور آفت جو آکر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مَس نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات جلد اول ص۶۷)

ان ہر دو گروہ کی بے راہ روی پر بصیرت افروز تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:-

''میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کی توجہ ارضی علوم کی طرف بہت جھکی ہوئی ہے اور مغربی روشنی نے تمام عالم کو اپنی نئی ایجادوں اور صنعتوں سے حیران کر رکھا ہے۔ مسلمانوں نے بھی اگر اپنی فلاح اور بہتری کی کوئی راہ سوچی تو بدقسمتی سے یہ سوچی ہے کہ وہ مغرب کے رہنے والوں کو اپنا امام بنالیں اور یورپ کی تقلید پر فخر کریں۔ یہ تو نئی روشنی کے مسلمانوں کا حال ہے۔ جو لوگ پرانے فیشن کے مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو حامئی دین سمجھتے ہیں ان کی ساری عمر کی تحصیل کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ صرف ونحو کے جھگڑوں اور الجھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول ص۴۰۸)

ان ہر دو تحریکوں پر ان کی غلطی اور ان کا محدود نقطہ نگاہ واضح کرنے کے بعد آپؑ نے تعلیم اسلام کے لئے ایسی درسگاہیں قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی کہ جن میں بیک وقت دینی اور دنیوی علوم پڑھائے جائیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے مسلمان نوجوانوں کی اس رنگ میں تربیت کی جائے کہ وہ نہ صرف اسلام کو فلسفہ جدیدہ کے حملوں سے بچائیں بلکہ خود آگے بڑھ کر حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کریں۔

آپؑ نے مسلمانوں کو آئندہ خطرہ سے بروقت مطلع کرتے ہوئے فرمایا:-

''تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہئے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہی ہو۔ اور میری ابتداء سے یہی خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریوں نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی۔ کئی لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع کرلیا۔ کالج کی عالیشان عمارت اور سامان بھی پیدا کیا۔ اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سن رکھیں کہ ان کے ہاتھ سے بچے جاتے رہیں گے''۔

(ملفوظات جلد اول ص۶۸)

چنانچہ آپؑ نے ۱۸۹۸ء میں اپنے دست مبارک سے قادیان میں ایک ایسے مثالی ادارے کا آغاز فرمایا جو بفضلہٖ ابتک جاری ہے اور اس کی طرز پر مزید اداروں کا قیام عمل میں آچکا ہے۔

پھر آپؑ نے جو تربیت یافتہ گروہ تیار کیا آپؑ نے اسکی دماغی اور روحانی صلاحیتیں اجاگر کرنے کی پوری سعی فرمائی۔ آپؑ نے اسلام کے فقہی، تمدنی، معاشرتی، روحانی غرضیکہ تمام قسم کے مسائل خدا تعالیٰ کی اصولی راہنمائی میں حل کئے اور اس طرح اسلامی روح اور اسکے علمی و عملی مفہوم کو خوبصورتی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ آپؑ نے اجتہاد کے دروازے بند کردیئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؑ ہی وہ انسان ہیں جنہوں نے زمانہء حاضرہ میں اس باطل نظریہ کے خلاف منظّم جہاد کیا کہ قرآن وحدیث کے مسائل صرف گذشتہ تفاسیر اور حواشی اور کتب میں ختم ہوچکے ہیں اور آئندہ کسی اجتہاد کی گنجائش باقی نہیں۔ چنانچہ آپؑ نے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا:

''اے بندگان خدا یقیناً یقین رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف وحقائق کا...... ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا کوئی دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے اور جس طرح صحیفہء فطرت کے عجائب وغرائب......ختم نہیں ہوچکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے۔ تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔'' (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

قرآن کریم کی اس وسعت اور ہمہ گیری کا ذکر ایک دوسرے رنگ میں آپؑ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''قرآن شریف حکمتوں اور معارف کا جامع ہے...... ہر ایک امر کی تفسیر وہ خود کرتا ہے اور ہر ایک قسم کی ضرورتوں کا سامان اس کے اندر موجود ہے۔ وہ ہر ایک پہلو سے نشان اور آیت ہے اور اگر کوئی اس کا انکار کرے تو ہم ہر پہلو سے اس کا اعجاز ثابت کرنے اور دکھلانے کو تیار ہیں۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۷۹)

پس موجودہ زمانہ میں اسلام اور قرآن کے ضابطہ حیات ہونے کا سبق سب سے پہلے آپؑ نے ہی دیا اور اسی بنیاد پر آپؑ نے نئے اجتہاد و فکر کی دعوت بھی دی۔ چنانچہ آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اس ملک میں اکثر مسائل زیر و زبر ہوگئے ہیں۔ کل تجارتوں میں ایک نہ ایک حصہ سود کا موجود ہے اس لیے اس وقت نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔"

(البدر یکم نومبر ۱۹۰۴ء)

بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اجتہاد کی جن لائنوں پر تجدید کی بنیاد رکھی اس نے دنیائے اسلام میں ایک نئے علمی باب کا افتتاح کیا اور قلم و زبان سے ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ چنانچہ اس زمانہ میں آپ کے جاری کردہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز نے جو اسلامی خدمات سرانجام دیں اور جس طرح شعبۂ حیات کے ہر گوشے پر نئی روشنی ڈالی وہ ایک ناقابل فراموش علمی خدمت ہے۔ اس رسالہ نے ہندوستان ہی نہیں خصوصاً مغربی ممالک کو بھی اسلام سے روشناس کرانے میں سب سے زیادہ مؤثر کام کیا اور قبولیت کی سند حاصل کی ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۰۲ء سے جاری ہے اور تقریباً ان تمام علمی اور مذہبی مضامین کا انسائیکلوپیڈیا ہے جن کی ضرورت آج شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ خصوصاً مغربی دنیا کے شبہات و وساوس کے جواب میں اپنی نظیر آپ ہے۔

الغرض بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں دلائل و براہین کے میدان میں ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح دشمنان اسلام کا نہایت کامیابی سے مقابلہ کیا وہاں آپؑ نے علوم جدیدہ کے مقابل اسلامی تعلیمات کی فوقیت، انکی جامعیت، اجتہاد کی ضرورت نیز نظام تعلیم میں وسیع انقلاب برپا کرنے کے لیے گرانقدر مساعی فرمائیں۔ حتیٰ کہ اس وقت کے قریباً ہر صاحب بصیرت مسلمان اخبار نے آپؑ کی ان ہمہ گیر خدمات کا اعتراف کیا اور انہیں جی بھر کر سراہا۔

درحقیقت آپؑ کا جدید علم کلام، آپؑ کا لٹریچر اور اسلامی نظام کے قیام کی تمام کوششیں خدا تعالیٰ کے شرف مکالمہ و مخاطبہ کی تجلیات تھیں اور یہی وہ بے پناہ طاقت تھی جو مادیت کے زمانے میں آپؑ کے ہاتھوں یہ عظیم کارنامہ سرانجام دلا رہی تھی۔

چنانچہ آپؑ نے انہی تجلیات کی طرف دنیا والوں کو توجہ دلاتے ہوئے یہ بصیرت افروز اعلان فرمایا کہ:۔

"میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اس کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مردے، ان کے خدا مردے اور خود وہ تمام پیرو مردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہونا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں، ہرگز ممکن نہیں۔ اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے اور مردار کھانے میں کیا لذت۔ آؤ میں تمہیں بتلاؤں زندہ خدا کہاں ہے، کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے اسلام اس وقت موسیٰ کا طُور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہوگیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لے کر میرے پاس آئے۔ کیا ایک بھی نہیں؟"

(ضمیمہ انجام آتھم طبع اول صفحہ ۳۲)

خلاصہ یہ کہ آپؑ کے ان عظیم کارناموں کے وجہ سے سعید الفطرت لوگ آپؑ کی طرف کھنچے چلے آرہے تھے اور آپؑ کے قائم کردہ سلسلے کے ساتھ انکی وابستگی دن بدن بڑھتی جارہی تھی۔ ادھر آگے چل کر سیاسی حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت ترکیہ کے ٹکڑے ہوجانے کے باعث خلافت عثمانیہ ختم ہوگئی۔ مسلمانوں کی اس زبوں حالی سے پریشان ہوکر اور انسانی خلافتوں کی بے بسی دیکھ کر مسلمانوں کا ایک طبقہ خواہ وہ کیسا ہی قلیل کیوں نہ سہی خدائی خلافت کے دامن سے وابستہ ہوکر مسلمانوں کی فلاح و نجاح کے حقیقی راستے پر گامزن ہوگیا۔

سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور ان کے ابتدائی ایام

عین اسی زمانہ میں ایک اور گروہ ایسا بھی تھا جو ان حالات میں اگرچہ احمدیت کے حلقے میں تو نہ پہنچ سکا البتہ اسکے لٹریچر کی طرف اسے ضرور توجہ ہوگئی تھی۔ انہی متأثرین کے حلقے میں دہلی کے ایک معزز گھرانے کا چشم و چراغ بھی تھا جس نے چند سال قبل ہی صحافتی زندگی میں قدم رکھا تھا اور روزنامہ "تاج" (جبلپور) اور "مسلم" (دہلی) کی ادارت کے فرائض سرانجام دینے کے بعد جمعیۃ العلماء ہند کے آرگن "الجمعیۃ" کی ادارت کر رہا تھا۔ یہ نوجوان جماعت اسلامی کے امیر جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی تھے۔ ہمارے خیال میں جناب مولانا مودودی صاحب کو ابتداء میں احمدیت کے لٹریچر کی طرف متوجہ کرنے کا باعث خلافت ترکی کے سقوط کا دردناک سانحہ، مسلمانوں کی لامرکزیت اور تشتّت و افتراق کے الم انگیز نظاروں کے علاوہ جماعت احمدیہ کے وہ دینی کارنامے تھے جن کا غلغلہ ان دنوں میں بلند ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے مشہور لیڈر اسکی تبلیغی خدمات کا کھلے بندوں اعتراف کر رہے تھے۔ ممکن ہے کہ شاعر مشرق کا مندرجہ ذیل نظریہ بھی آپ کی کشش کا موجب ہوا ہو:۔

"It will appear at once how strikingly the author has anticipated the chief plan of the Hagelian dialectics and how greatly he has emphasised the Doctrine of the Logos__ a doctrine which has always found favour with almost profound thinkers of Islam and in recent times has been readvocated by M. Ghulam Ahmad of Qadian the porbably porfoundest theologian among modern Indian Muhammadans"

Indian Anti Quary vol xxix,1900 Page 237-246)

ترجمہ: "یہ فی الفور واضح ہوجائے گا کہ مصنف نے ہیگل کی جدلیات کے بنیادی پہلو کو نمایاں طور پر اس سے بہت پہلے ہی بیان کر دیا ہے۔ اور کس طرح اس کے نظریہ Logos پر زور دیا ہے اور یہ نظریہ ایسا ہے جو دقیق نگاہ اسلامی مفکرین کو ہمیشہ مرغوب رہا ہے۔ موجودہ زمانہ میں یہ نظریہ مرزا غلام احمد قادیانی نے از سر نو پیش کیا ہے جو اغلباً جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں"۔ (انڈین اینٹی کویری جلد ۲۹ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۳۷)

(۲) "پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ ٔقادیانی کہتے ہیں"۔ (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر۔ شائع کردہ اقبال اکیڈیمی لاہور)

بہر حال احمدیت سے متأثر ہونے کے بواعث خواہ کچھ ہوں اصل مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ بعض قرائن کے مطابق سقوط خلافت کے ایام میں جناب مودودی صاحب جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا کچھ نہ کچھ تعارف کر چکے تھے اور آپ کے لیے ایک سنہری موقع تھا کہ آپ "سقوط خلافت" کے حادثہ سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھا کر خلافت برحق سے وابستہ ہوجاتے۔ مگر افسوس الٰہی سلسلہ سے منسلک ہونے کی بجائے آپ کو خود اپنی "امامت" و "اقتدار" کے لئے یہ ترکیب سوجھی کہ دوسرے علماء کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت تو کی جائے مگر آپؑ کے علم کلام سے بائیکاٹ کرنے کی بجائے استفادہ کیا جائے اور اس ڈھنگ پر ایک جدید انداز میں لٹریچر شائع کیا جائے، ادب اور انگریزی الفاظ کی چاشنی سے اس کی دلکشی میں اضافہ کے سامان پیدا کئے جائیں۔ بہرحال یہ وہ سکیم تھی جس کو عملی جامہ پہنانے پر ابتدا میں آپ نے کافی غور و فکر کیا۔ اس وقت تک کی ساری زندگی آپ کے اس غور و فکر کی عملی تفسیر ہے اور آئندہ کے اوراق اس کے لئے ایک قلمی خاکہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

الجہاد فی الاسلام کے متعلق مودودی صاحب کے مضامین

دسمبر ۱۹۲۶ء میں جب سوامی شردھانند کو دلی میں قتل کیا گیا تو جناب مودودی صاحب نے انہی دنوں اخبارات میں گاندھی جی کا یہ بیان پڑھا کہ:۔

"اسلام ایسے ماحول میں پیدا ہوا ہے جس کی فیصلہ کن طاقت پہلے بھی تلوار تھی اور آج بھی تلوار ہے"۔ (الجہاد فی الاسلام صفحہ ۱۱)

جس پر آپ نے "الجمعیۃ" میں مضامین کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا اور ساتھ ہی ناظم جمعیۃ العلماء کی طرف سے ایڈیٹر صاحب "الفضل" (قادیان) کو یہ اطلاع دی گئی کہ:۔

"جمعیۃ العلماء کے اخبار "الجمعیۃ" میں ایک پراز معلومات سلسلہ مضامین شروع کیا جارہا ہے جس میں یہ بتایا جائے گا کہ دنیا میں حقیقی امن و صلح کا پیغام اگر کوئی مذہب لایا ہے تو وہ اسلام ہے"۔

(الفضل ۱۱ فروری ۱۹۲۷ء)

یہ مضمون جو "الجہاد فی الاسلام" کے نام سے شائع ہوچکا ہے اس کا ابتدائی حصہ جس میں اسلام کی مدافعانہ جنگ کا ذکر کیا گیا ہے صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے غیر مسلموں کو اسلام کی صلح کن پالیسی سے آشنا کرنے کیلیئے جماعت احمدیہ کے نظریۂ جہاد کی اقتداء کا پہلا قدم اٹھایا ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ آپ نے کتاب کی ابتداء میں تو اپنے پہلے ہی قدم کو صداقت سمجھ لیا ہے مگر آخر کتاب میں اپنی طرف سے ایک "مصلحانہ جنگ" کا ذکر کر کے اپنے گزشتہ نظریہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے۔ اور طُرفہ یہ کہ آپ نے اس کے جواز کی غرض سے کوئی نئی آیت پیش نہیں کی بلکہ صرف وہی آیات پیش کردی ہیں جن سے آپ ابتدائی حصہ کتاب میں اسلام کی مدافعانہ پالیسی کا استدلال کر چکے ہیں۔ جو آیات زور استدلال میں نئی پیش کی ہیں انہیں سرے سے جنگ کرنے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

قرآن مجید کو اپنے نظریہ کے مخالف پا کر آپ نے کمال ہوشیاری سے "فساد اور فتنے" میں بے انداز وسعت پیدا کردی ہے۔ اور بزور تلوار عادلانہ نظام حکومت کے قیام کو (الجہاد فی الاسلام صفحہ ۸۹) "مصلحانہ جنگ" کا نام دیکر اس کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر انسان آپ کی اس دورخی پالیسی کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے اور اصل معاملہ سے آشنا نہیں ہوسکتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جناب مودودی صاحب نے اس کتاب کے آغاز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظریہ کو اپنانے کی کوشش شروع کی تو انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اسکے ساتھ کوئی نیا افسانہ نہ کھڑا کیا گیا تو کام نہیں چلے گا اسلئے انہیں تصنع اور بناوٹ سے مجبوراً "مصلحانہ جنگ" کی ایک نئی اصطلاح قائم کرنی پڑی۔ لیکن یہ صداقت آج بھی چھپ نہیں سکتی کہ اگر مولانا مودودی صاحب کو جماعت احمدیہ کے مسلک پر اعتماد نہ ہوتا تو آپ اس عقیدہ کی موجودگی میں کہ:۔

"رسول اللہ ﷺ ۱۳ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ وعظ و تلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہوسکتا تھا اسے اختیار کیا، مضبوط دلائل دئے واضح بحثیں پیش کیں، فصاحت و بلاغت اور زور خطابت سے دلوں کو گرمایا، اللہ کی جانب سے محیّر العقول معجزے دکھائے لیکن قوم نے آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا **لیکن جب وعظ و تلقین**

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

Jlebe Travel

خطبہ جمعہ

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں

علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے اور اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے

اپنی علمی وروحانی پیاس کو بجھانے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی تاکیدی نصیحت

واقفین نو زبانیں سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ واقفین نو کی رہنمائی کے لئے اس شعبہ کے عہدیداران کے لئے اہم تفصیلی ہدایات

احمدی خواتین بھی اپنے علم میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بچوں کو وقت دینے کی طرف توجہ دیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۱۸/جون ۲۰۰۴ء بمطابق ۱۸/احسان ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -
الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -
اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ. وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْکَ وَحْيُهٗ. وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ (سورة طٰہٰ آیت 115)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ پس اللہ سچا بادشاہ ہے، بہت رفیع الشان ہے، پس قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر پیشتر اس کے کہ اس کی وحی تجھ پر مکمل کر دی جائے۔ اور یہ کہا کر کہ اے میرے رب مجھے علم میں بڑھا دے۔

اصل جو دعا اس میں سکھائی گئی ہے وہ ہے ﴿رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ دعا سکھا کر مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے یہ دعا صرف برائے دعا ہی نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ کر اور یہ کہنے سے علم میں اضافے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ بلکہ یہ توجہ ہے مومنوں کو کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں بھی رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ طالب علم ہو تو محنت سے پڑھائی کرو اور پھر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ حقائق اشیاء کے راستے بھی کھول دے گا۔ علم میں اضافہ بھی کر دے گا اور پھر صرف یہ طالب علموں تک ہی بس نہیں ہے بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی یہ دعا کرتے ہیں۔ اور اس دعا کے ساتھ اس کوشش میں بھی لگے رہیں کہ علم میں اضافہ ہو اور اس کی طرف قدم بھی بڑھائیں۔ تو یہ ہر طبقے کے سب عمروں کے لوگوں کے لئے یہی دعا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔ تو یہ اہمیت ہے اسلام میں علم کی۔ پھر اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ اور آپؐ عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب بھی آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ پھر گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ یہ دعا کرتے رہیں کہ ﴿رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾۔ بہرحال ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور اس دعا کی قبولیت کا دائرہ ہے۔ وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بتائے آج تحقیق کے بعد دنیا کے علم میں آ رہے ہیں۔ یہ باتیں جو آج انسان کے علم میں آ رہی ہیں اس محنت اور شوق اور تحقیق اور لگن کی وجہ سے آ رہی ہیں جو انسان نے کی۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔ گھر بیٹھے یہ سب علوم و معارف نہیں مل جائیں گے۔ اور پھر اس کے لئے کوئی عمر کی شرط بھی نہیں ہے۔ تو سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہوگا۔ ان کی طرف رجوع کریں، ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کے لئے راستے دکھا دیئے ہیں۔ ان پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا شوق اور اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق نوجوانوں میں بھی اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔ بلکہ جو تحقیق کرنے والے ہیں، بہت سارے طالب علم مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ جب اپنے دنیاوی علم کو اس دینی علم اور قرآن کریم کے علم کے ساتھ ملائیں گے تو نئے راستے بھی متعین ہوں گے، ان کو مختلف نہج پر کام کرنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے جو اُن کے دنیادار پروفیسران کو شاید نہ سکھا سکیں۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ عمر بڑی ہو گئی اب ہم علم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کو بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھیں اس بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائیں کہ اب ہمیں کس طرح علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ہم کس طرح اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تو لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا جو سکھائی گئی، جب یہ آیت اتری آپؐ کی عمر پچپن، چھپّن سال تھی۔ تو کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ مومنوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ہمارے لئے بھی ہے۔ کسی بھی عمر میں علم حاصل کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور مایوس نہیں ہونا چاہئے پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: ”دنیا میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچپن سیکھنے کا زمانہ ہوتا ہے، جوانی عمل کا زمانہ ہوتا ہے اور بڑھاپا عقل کا زمانہ ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی رو سے ایک حقیقی مومن ان ساری چیزوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ اس کا بڑھاپا اسے قوت عمل، اور علم کی تحصیل سے محروم نہیں کرتا۔ اس کی جوانی اس کی سوچ کو ناکارہ نہیں کر دیتی بلکہ جس طرح بچپن میں جب وہ ذرا بھی بولنے کے قابل ہوتا ہے ہر بات کو سن کر اس پر فوراً جرح شروع کر دیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ فلاں بات کیوں ہے اور کس لئے ہے اور اس میں علم سیکھنے کی خواہش انتہا درجہ کی موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا بڑھاپا بھی علوم سیکھنے میں لگا رہتا ہے۔ اور وہ کبھی بھی اپنے آپ کو علم کی تحصیل سے مستغنی نہیں سمجھتا۔ اس کی موٹی مثال ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں ملتی ہے، آپ کو پچپن، چھپّن سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ الہاماً فرماتا ہے کہ ﴿قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾۔ یعنی اے محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ساتھ ہمارا سلوک ایسا ہی ہے جیسے ماں کا اپنے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔اس لئے بڑی عمر میں جہاں دوسرے لوگ بیکار ہو جاتے ہیں اور زائد علوم اور معارف حاصل کرنے کی خواہش ان کے دلوں سے مٹ جاتی ہے اور ان کو یہ کہنے کی عادت ہو جاتی ہے کہ ایسا ہوا ہی کرتا ہے، تجھے ہماری ہدایت یہ ہے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہ کہ خدایا میرا علم اور بڑھا، میرا علم اور بڑھا۔پس مومن اپنی زندگی کے کسی مرحلے میں بھی علم سیکھنے سے غافل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں وہ ایک لذت اور سرور محسوس کرتا ہے اس کے مقابل میں جب انسان پر ایسا دور آجاتا ہے جب وہ سمجھتا ہے میں نے جو کچھ سیکھنا تھا سیکھ لیا ہے اگر میں کسی امر کے متعلق سوال کروں گا تو لوگ کہیں گے کیسا جاہل ہے اسے ابھی تک فلاں بات کا بھی پتہ نہیں تو وہ علم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیکھ لو حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی عمر کے آدمی تھے مگر پھر بھی کہتے ہیں ﴿رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی﴾۔.....جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ ابراہیم! تُو تو پچاس ساٹھ سال کا ہو چکا ہے اور اب یہ بچوں کی سی باتیں چھوڑ دے۔ بلکہ اس نے بتایا کہ ارواح کس طرح زندہ ہوا کرتی ہیں۔پس ہر عمر میں علم سیکھنے کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ الٰہی میرا علم بڑھا۔کیونکہ جب تک انسانی قلب میں علوم حاصل کرنے کی ہر وقت پیاس نہ ہو اس وقت تک وہ کبھی ترقی حاصل نہیں کر سکتا''۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر ۵ صفحہ ۶۹۔۴۷۱)

بعض لوگ کہتے ہیں حافظہ بڑی عمر میں کمزور ہو جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے ہمارے ایک استاد ہوتے تھے، انہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد قرآن کریم حفظ کیا اور ربوہ میں سائیکل کے ہینڈل پر قرآن کریم رکھا ہوتا تھا اور چلتے ہوئے پڑھتے رہتے تھے۔لیکن آج کل ربوہ میں رکشے اتنے ہو گئے ہیں اب اس طرح نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پھر بزرگ ہسپتال پہنچے ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے بارے میں مختلف پیرائے میں جو ہمیں فرمایا وہ احادیث پیش کرتا ہوں ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔اب مسلمانوں میں جو علم حاصل کرنے کی نسبت ہے وہ دوسروں کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے۔اور حکم ہمیں سب سے زیادہ ہے۔

پھر ایک روایت میں ہے، ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم حاصل کرے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔(سنن ابن ماجہ کتاب الایمان باب ثواب معلم الناس الخیر)۔تو یہ علم حاصل کرنے کی اہمیت ہے۔اور پھر اس کو سکھانے کی کہ یہ ایک صدقہ ہے اور صدقہ بھی ایسا ہے جو صدقہ جاریہ ہے کہ دوسروں کو علم سکھاؤ تو تمہاری طرف سے ایک جاری صدقہ شروع ہو جاتا ہے اسی لئے اساتذہ کی عزت کا بھی اتنا حکم ہے کہ اگر ایک لفظ بھی کسی سے سیکھو تو اس کی عزت کرو۔اساتذہ کا بڑا معزز پیشہ ہے۔لیکن پاکستان وغیرہ میں اس کو بھی صرف آمدنی کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور یہ پیشہ بھی بدنام ہو رہا ہے۔ٹھیک ہے جائز طور پر ایک ملازم یہ پیشہ اختیار کرتا ہے اس کو تنخواہ ملتی ہے، کمانا چاہئے یا پھر ٹیوشن بھی لی جا سکتی ہے لیکن وہاں آج کل ہوتا یہ ہے کہ سکولوں میں پڑھانے کی طرف توجہ نہیں دیتے، اور طالب علم کو کہہ دیا کہ تم میرے گھر آنا اور ٹیوشن پڑھو اور پھر ٹیوشن بھی اتنی لیتے ہیں کہ جو بعضوں کی پہنچ سے باہر ہوتی ہے۔امیر آدمی سے تو چلو لے لی لیکن بیچارے غریبوں کو بھی نہیں بخشتے اور اگر ٹیوشن نہ پڑھیں تو امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں وہ پہلے ہی کہہ دیتے ہیں کہ اگر امتحان میں پاس ہونا ہے تو ٹیوشن پڑھو اور پھر بیچارے بعض لوگ (ایسے طالب علم یا ان کے والدین) اسی ٹیوشن کی وجہ سے مقروض ہو جاتے ہیں احمدی اساتذہ کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اپنا ایک نمونہ دکھانا چاہئے اور جو علم اور فیض انہوں نے حاصل کیا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے میں کنجوسی اور بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔

پھر ایک روایت میں ہے حضرت مسروقؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ہم آئے۔آپ نے فرمایا اے لوگو! اگر کسی کو علم کی بات معلوم ہو تو بتا دینی چاہئے۔اور جسے علم کی کوئی بات معلوم نہ ہو تو سوال ہونے پر وہ جواب دے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمْ۔یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے۔کہ انسان جس بات کو نہیں جانتا اس کے متعلق کہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے (یہ اسی کا حصہ ہے) اے رسول! تو کہہ میں اس کا کوئی بدلہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلّف سے کام لینے والا ہوں۔

(بخاری کتاب التفسیر۔تفسیر سورۃ ص باب قولہ وماانامن المتکلفین)

اس روایت میں جو پہلا حصہ ہے، اس میں اساتذہ کے لئے یہ سبق ہے کہ سکولوں میں ٹیوشن پر زیادہ توجہ ہے اور پڑھانے کی طرف کم۔دوسرے یہ کہ بعض دفعہ تیاری کے بغیر پڑھانے چلے جاتے ہیں اور اگر کوئی نئی چیز پڑھانی پڑ جائے تو پھر ان کو کافی دقّت کا سامنا ہو رہا ہوتا ہے اور جو کچھ غلط سلط آتا ہے پڑھا دیتے ہیں۔اور اس طرح پھر طلبا کی بھی ایک طرح کی غلط قسم کی رہنمائی ہو جاتی ہے۔فرمایا کہ یہی بہتر طریقہ ہے کہ اگر علم نہیں تو کہہ دو کہ مجھے علم نہیں ہے۔آج میری تیاری نہیں ہے میں نہیں پڑھا سکتا۔علم سکھانے والے کے لئے بھی ایمانداری کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اپنی انا کی خاطر نہ بیٹھ جائے بلکہ اگر علم نہیں ہے تو بتا دے کہ علم نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرو، علم حاصل کرنے کے لئے وقار اور سکینت کو اپناؤ۔اور جس سے علم سیکھو اس کی تعظیم تکریم اور ادب سے پیش آؤ۔

(الترغیب والترہیب جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۸۔ باب الترغیب فی اکرام العلماء واجلا لھم وتوقیرھم بحوالہ الطبرانی فی الاوسط)

تو اس میں طلبہ کے لئے نصیحت ہے کہ اپنے استاد کی عزت کرو، ایک وقار ہونا چاہئے۔آج کل مختلف ممالک میں طلبہ کی ہڑتالیں ہوتی ہیں توڑ پھوڑ ہوتی ہے، مطالبے منوانے کے لئے گلیوں میں نکل آتے ہیں، مطالبہ یونیورسٹی یا کالج کا ہوتا ہے اور توڑ پھوڑ سڑکوں پہ سٹریٹ لائٹس کی یا حکومت کی پراپرٹی کی یا عوام کی جائیدادوں کی ہو رہی ہوتی ہے، دکانوں کو آگیں لگ رہی ہوتی ہیں۔تو یہ انتہائی غلط اور گھٹیا قسم کے طریقے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو یہ نہیں ہے، طالبعلم علم حاصل کرتا ہے اس کے اندر تو ایک وقار پیدا ہونا چاہئے۔اور ادب اور احترام پیدا ہونا چاہئے اساتذہ کے لئے بھی، اپنے بڑوں کے لئے بھی، نہ کہ بدتمیزی کا رویہ اپنایا جائے۔پھر بعض دفعہ ہمارے احمدی اساتذہ کو سامنا کرنا پڑتا ہے یہ تو خیر میں ضمناً ذکر کر رہا ہوں کہ غیر احمدی طلبہ نے خود پڑھائی نہیں کی ہوتی فیل ہو جاتے ہیں اگر ان کا احمدی ٹیچر ہے یا احمدی استاد ہے تو فوراً اس کے خلاف وہاں ہڑتالیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی پاکستان میں بعض اساتذہ بڑی مشکل میں ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بھی ایسے طلباء کو عقل دے اور احمدی طلباء کو بھی چاہئے کہ ایسی سٹرائکس (Strikes) میں جو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ہوتی ہیں۔کبھی حصہ نہ لیں اور اپنے وقار کا خیال رکھیں۔ احمدی طالب علم کی اپنی ایک انفرادیت ہونی چاہئے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ اپنے گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ مسجد میں دو حلقے بنے ہوئے ہیں۔کچھ لوگ تلاوت قرآن کریم اور دعائیں کر رہے ہیں اور کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا دونوں گروہ نیک کام میں مصروف ہیں۔ یہ قرآن پڑھ رہا ہے اور دعائیں مانگ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں دے اور چاہے تو نہ دے۔یعنی ان کی دعائیں قبول کرے یا نہ کرے اور دوسرا گروہ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہے۔فرمایا: خدا تعالیٰ نے مجھے معلم اور استاد بنا کر بھیجا ہے اس لئے آپ پڑھنے پڑھانے والوں میں جا کے بیٹھ گئے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الایمان باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے والوں کو یہ مقام دیا ہے۔لیکن یہاں یہ بھی واضح ہو کہ جو پڑھنے پڑھانے والے تھے وہ بھی تقویٰ پر قائم رہنے والے تھے اور ایمان لانے والوں کا گروہ ہی تھا۔ آپؐ کی گہری نظر نے یہ دیکھ لیا کہ پڑھنے پڑھانے والے بھی نیکیوں پر قائم رہنے والے ہیں، تقویٰ پر چلنے والے ہیں اور تقویٰ کے ساتھ پھر غور فکر اور تدبر سے علم سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے آپؐ ان میں بیٹھ گئے۔

سیٹلائٹ

ایک اور جگہ روایت ہے کہ اصل میں علم وہی ہے جس کے ساتھ تقویٰ ہو۔ تو اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کبھی کسی قسم کا علم بھی تقویٰ سے دور لے جانے والا نہ ہو۔ علم وہی ہے جو تقویٰ کے قریب ترین ہو اور تقویٰ کی طرف لے جانے والا ہو، خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہو۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ صحیح اور حقیقی فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونے دیتا اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا جواز بھی مہیا نہیں کرتا اور نہ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بے خوف بناتا ہے۔ قرآن کریم سے ان کی توجہ ہٹا کر کسی اور کی طرف انہیں راغب کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یادرکھو علم کے بغیر عبادت میں کوئی بھلائی نہیں اور سمجھ کے بغیر علم کا دعویٰ درست نہیں۔ (اگر سمجھ نہیں آتی صرف رٹّا لگا لیا تو وہ علم، علم نہیں ہے)، اور تدبر اور غور و فکر کے بغیر محض قراءت کا کچھ فائدہ نہیں۔

(سنن الدارمی ۔المقدمه باب من قال العلم الخشية وتقوى الله)

تو فرمایا کہ ایسا علم جو عمل سے خالی ہے ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ علم تو انسان کو انسانیت کے اعلیٰ معیار سکھانے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر پھر علم حاصل کرنے کے باوجود وحشی کا وحشی رہنا ہے تو ایسے علم کا اسے کیا فائدہ۔ جیسا آج کل کے علماء دعویٰ کرتے ہیں اور پھر ان کی حرکتیں ایسی ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس سے خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ (فاطر: ۲۹)۔ اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوئی تو یاد رکھو کہ وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے“۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۹۵ ۔جدید ایڈیشن)

پھر ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور یہ ریاض الجنة (یعنی جنت کے باغ) کیا چیز ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ مجالس علمی۔ یعنی مجالس میں بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔

(الترغیب الترهیب ۔باب الترغیب فی مجالسة العلماء جلد نمبر ۱ صفحه ۷۶ ۔

بحواله الطبرانی الکبیر)

تو اس کے لئے پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں اجتماعوں اور جلسوں کے وقت، جب اجتماعات یا جلسوں پہ آتے ہیں تو وہاں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور صرف یہی مقصد ہونا چاہئے کہ ہم نے یہاں سے اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانی ہے۔ اور ان جلسوں کا جو مقصد ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اگر جلسوں پہ آ کے پھر دنیاوی مجلسیں لگا کر بیٹھنا ہے اور ان سے پورا استفادہ نہیں کرنا تو پھر ان جلسوں پہ آنے کا فائدہ کیا ہے؟ یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ آج کل کے زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو بھی پڑھنے کی طرف توجہ دینی چاہئے اور ان سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے یہ بھی قرآن کریم کی ایک تشریح و تفسیر ہے جو ہمیں آپؑ کی کتب سے ملتی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ: ”دین تو چاہتا ہے مصاحبت ہو پھر مصاحبت سے گریز ہو تو دینداری کے حصول کی امید کیوں رکھتا ہے؟ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آ کر رہیں اور فائدہ اٹھائیں مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔ مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے۔ یاد رکھو! قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آ گیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہوگی۔ وہ لوگ جو اس سلسلے کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس کی معلوم نہیں ان کو جانے دو۔ مگر ان سب سے بڑھ کر بدقسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلے کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن اس نے کچھ قدر نہ کی۔ وہ لوگ جو یہاں آ کر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور ان باتوں سے جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلے کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے، وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی متقی اور پرہیزگار ہوں مگر مَیں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہیں کی۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تکمیل علمی کے بعد تکمیل عملی کی ضرورت ہے۔ پس تکمیل عملی بدوں تکمیل علمی کے محال ہے (یعنی جو عمل ہے علم حاصل کئے بغیر بہت مشکل ہے) اور جب تک یہاں آ کر نہیں رہتے تکمیل علمی مشکل ہے“۔ پھر فرمایا ”بارہا خطوط آتے ہیں کہ فلاں شخص نے اعتراض کیا اور ہم جواب نہ دے سکے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ وہ لوگ یہاں نہیں آتے اور ان باتوں کو نہیں سنتے جو خدا تعالیٰ اپنے سلسلے کی تائید میں علمی طور پر ظاہر کر رہا ہے“۔

(ملفوظات جلد اول صفحه ۱۲۵۔ جدید ایڈیشن)

تو وہ باتیں کتابوں کی صورت میں بھی اکٹھی ہو رہی تھیں پھر ملفوظات کی صورت میں بھی اکٹھی ہو چکی ہیں، اس طرف توجہ دینی چاہئے اور یہ کتب ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اور انہیں کتب سے آپ کو دلائل میسر آ جاتے ہیں لوگوں کے اعتراضوں کے جواب دینے کے اور یہی آج کل طریقہ ہے آپ کی مجلسوں سے فیضیاب ہونے کا، آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا۔ کہ پہلے بھی میں کہتا رہا ہوں کہ آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔ اور اس سے ہمیں مخالفین کے اعتراضوں کے جواب بھی ملیں گے اور قرآن کریم کے علوم کی بھی معرفت ہمیں حاصل ہوگی۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: ”ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دنیا میں نہیں گزرا لیکن آپؐ کو بھی ﴿رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ کی دعا کی تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اور کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کر کے ٹھہر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے۔ جوں جوں انسان اپنے علم اور معرفت میں ترقی کرے گا اسے معلوم ہوتا جاوے گا کہ ابھی بہت سی باتیں حل طلب باقی ہیں۔ بعض امور کو وہ ابتدائی نگاہ میں...... بالکل بے ہودہ سمجھتے تھے لیکن آخر وہی امور صداقت کی صورت میں ان کو نظر آئے،۔ اس لئے کس قدر ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کو بدلنے کے لئے ساتھ علم کو بڑھانے کے لئے ہر بات کی تکمیل کی جاوے۔ تم نے بہت ہی بے ہودہ باتوں کو چھوڑ کر اس سلسلے کو قبول کیا ہے۔ اگر تم اس کی بابت پورا علم اور بصیرت حاصل نہیں کرو گے تو اس سے تمہیں کیا فائدہ ہو۔ تمہارے یقین اور معرفت میں قوت کیونکر پیدا ہوگی۔ ذرا ذرا سی بات پر شکوک و شبہات پیدا ہوں گے اور آخر قدم کو ڈگمگا جانے کا خطرہ ہے۔ دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں، صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحه ۱۴۱۔۱۴۲ ۔جدید ایڈیشن)

ایک روایت میں حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم علم اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعہ دوسرے علماء کے مقابلے میں فخر کر سکو۔ نہ اس لئے حاصل کرو کہ جہلا میں اپنی بڑائی اور اکڑ دکھا سکو۔ اور جھگڑے کی طرح ڈال سکو۔ اور نہ اس علم کی بنا پر اپنی شہرت اور نام و نمود کے لئے مجلسیں جماؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا یا ایسا سوچے گا اس کے لئے آگ ہی آگ ہے یعنی اسے مصائب و بلیات (بلائیں) اور رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ (سنن ابن ماجه باب الانتقاع بالعلم)

تو آج کل (عموماً مسلمانوں میں) ہمارے جو علماء ہیں ان کا یہی حال ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے رہتے ہیں۔ ذرا سی بات لے کے اپنی علمیت کا رعب ڈالنے کی زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ اور جس کا کسی بھی قسم کا فائدہ نہیں ہو رہا ہوتا۔ نہ کوئی علمی نہ روحانی، صرف الجھانے کے لئے لوگوں میں ضد اور انا بھی بن جاتی ہے اور اپنا علم ظاہر کر رہے ہوتے ہیں کہ مجھے اس کا علم ہے، تمہیں نہیں ہے۔ تو احمدیوں کو صرف اس لئے علم حاصل کرنا چاہئے کہ اپنی انا مقصد نہ ہو یا علم کا رعب ڈالنا مقصد نہ ہو بلکہ اس علم کے نور کو پھیلانا اور اس سے فائدہ اٹھانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل کرنا مقصد ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ واقعہ ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ جب آپؑ نے ایک عالم سے صرف اس لئے بحث نہیں کی تھی کہ اس کے نقطہ نظر کو آپؑ ٹھیک سمجھتے تھے تو جو لوگ آپؑ کو بحث کے لئے لے گئے تھے انہوں نے بہت کچھ کہا بھی لیکن پھر بھی آپؑ کو جس بات سے اصولی اختلاف تھا وہ آپؑ نے نہ کیا۔ تو آپؑ کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں۔ تو بندوں سے کچھ لینے کے لئے علم کا اظہار نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر رہنی چاہئے۔ اور جو علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق کی بھی خدمت ہو سکے۔

ایک روایت میں حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم کی تلاش میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اپنے پر اس کے آگے بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے زمین و آسمان میں

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

رہنے والے بخشش مانگتے ہیں۔ یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اس کے حق میں دعا کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی دوسرے ستاروں پر۔ اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑ جاتے بلکہ ان کا ورثہ علم و عرفان ہے جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ بہت بڑا نصیب اور خیر کثیر حاصل کرتا ہے۔ (ترمذی کتاب العلم باب فضل الفقه)

تو علم کی یہ اہمیت ہے، علم حاصل کرنے کے لئے یہاں بھی مغرب میں لوگ آتے ہیں۔ بڑی دور دور سے پڑھنے کے لئے ایشیئنز ملکوں سے۔ اگر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی رضا بھی مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے حصول تعلیم کو بھی آسان کر دیتا ہے، ان کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنی آسانیاں پیدا کر دیتا ہے کہ اس دنیا میں بھی ان کے لئے جنت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور احمدی طالب علم خاص طور پر یہاں جو آ رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا، ان کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد ہونا چاہئے کہ انہوں نے تعلیم حاصل کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت چلتے ہوئے تعلیم حاصل کرنی ہے۔ یہاں کی رونقیں اور دوسرے شوق ان کو اس مقصد کے حصول سے ہٹانے والے نہ ہو جائیں۔ یہ نیت ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے یہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنانا ہے اور اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانا ہے۔ اور اگر کوئی حصہ تعلیم اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے تو پھر اس کو بھی دنیا پہ واضح کرنا ہے گہرائی میں جا کے بھی علم حاصل کرنا چاہئے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت زیدؓ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ یہودیوں کی خط و کتابت کی زبان سیکھو کیونکہ مجھے یہودیوں پر اعتبار نہیں کہ وہ میری طرف سے کیا لکھتے ہیں اور کیا کہتے ہیں۔ زید کہتے ہیں کہ پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ میں نے سریانی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد جب بھی حضور علیہ السلام کو یہود کی طرف کچھ لکھنا ہوتا تو مجھ سے لکھواتے اور جب ان کی طرف سے کوئی خط آتا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سناتا تھا۔ (ترمذی ابواب الادب باب ما جاء فی تعلیم السريانية)

اس ضمن میں میں واقفین نو سے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ واقفین نو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور جن کا زبانیں سیکھنے کی طرف رجحان بھی ہے اور صلاحیت بھی ہے۔ خاص طور پر لڑکیاں۔ وہ انگریزی، عربی، اردو اور ملکی زبان جو سیکھ رہی ہیں جب سیکھیں تو اس میں اتنا عبور حاصل کر لیں، (میں نے دیکھا ہے کہ زیادہ تر لڑکیوں میں زبانیں سیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے) کہ جماعت کی کتب اور لٹریچر وغیرہ کا ترجمہ کرنے کے قابل ہو سکیں تبھی ہم ہر جگہ نفوذ کر سکتے ہیں۔

مجھے یاد ہے گھانا کے نارتھ میں کیتھولک چرچ تھا، چھوٹی سی جگہ پہ (میں بھی وہاں رہا ہوں) تو پادری یہاں انگلستان کا رہنے والا تھا وہ ہفتے میں چار پانچ دن موٹر سائیکل پر بیٹھ کر جنگل میں جایا کرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم وہاں کیا کرنے جاتے ہو۔ اس نے بتایا کہ ایک قبیلہ ہے، ان کی باقیوں سے زبان ذرا مختلف ہے اور ان کی آبادی صرف دس پندرہ ہزار ہے اور وہ صرف اس لئے وہاں جاتا ہے کہ ان کی وہ زبان سیکھے اور پھر اس میں بائبل کا ترجمہ کرے۔ تو ہمارے لوگوں کو اس طرف خاص طور پر واقفین نو بچے جو تیار ہو رہے ہیں، توجہ ہونی چاہئے تاکہ خاص طور پر ہر زبان کے ماہرین کی ایک ٹیم تیار ہو جائے۔ بہت سے بچے ایسے ہیں جو اب یونیورسٹی لیول تک پہنچ چکے ہیں، وہ خود بھی اس طرف توجہ کریں جیسا کہ میں نے کہا اور جو ملکی شعبہ واقفین نو کا ہے وہ بھی ایسے بچوں کی لسٹیں بنائیں اور پھر ہر سال یہ فہرستیں تازہ ہوتی رہیں کیونکہ ہر سال اس میں نئے بچے شامل ہوتے چلے جائیں گے۔ ایک عمر کو پہنچنے والے ہوں گے۔ اور صرف اسی شعبے میں نہیں بلکہ ہر شعبے میں عموماً جو ہمیں موٹے موٹے شعبے جن میں ہمیں فوراً واقفین زندگی کی ضرورت ہے وہ ہیں مبلغین، پھر ڈاکٹر ہیں، پھر ٹیچر ہیں، پھر اب کمپیوٹر سائنس کے ماہرین کی بھی ضرورت پڑ رہی ہے۔ پھر وکیل ہیں، پھر انجینئر ہیں، زبانوں کے ماہرین کا میں نے پہلے کہہ دیا ہے پھر ان کے آگے مختلف شعبہ جات بن جاتے ہیں، پھر اس کے علاوہ کچھ اور شعبے ہیں۔ تو جو تو مبلغ بن رہے ہیں ان کا تو پتہ چل جاتا ہے کہ جامعہ میں جانا ہے اور جامعہ میں جانا چاہتے ہیں اس لئے فکر نہیں ہوتی پتہ لگ جائے گا لیکن جو دوسرے شعبوں میں یا پیشوں میں جا رہے ہوں ان میں سے اکثر کا پتہ ہی نہیں لگتا۔ اب دوروں کے دوران مختلف جگہوں پر میں

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

نے پوچھا ہے تو ابھی تک یا تو بچوں نے ذہن ہی نہیں بنایا ہوا 16-17 سال کی عمر کو پہنچ کے بھی، یا پھر کسی ایسے شعبے کا نام لیتے ہیں جس کی فوری طور پر جماعت کو شاید ضرورت بھی نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں نے پائلٹ بننا ہے۔ پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو کھیلوں سے دلچسپی ہے، کرکٹر بننا ہے یا فٹ بال کا پلیئر (Player) بننا ہے۔ یہ تو پیشے واقفین نو کے لئے نہیں ہیں۔ صرف اس لئے کہ بچوں کی صحیح طرح کونسلنگ (Councling) ہی نہیں ہو رہی ان کی رہنمائی نہیں ہو رہی، اور اس وجہ سے ان کو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ ان کا مستقبل کیا ہے۔ تو ماں باپ بھی صرف وقف کر کے بیٹھ نہ جائیں بلکہ بچوں کو مستقل سمجھاتے رہیں۔ میں یہی مختلف جگہوں پر ماں باپ کو کہتا رہا ہوں کہ اپنے بچوں کو سمجھاتے رہیں کہ تم وقف نو ہو ہم نے تم کو وقف کیا ہے تم نے جماعت کی خدمت کرنی ہے، اور جماعت کا ایک مفید حصہ بننا ہے اس لئے کوئی ایسا پیشہ اختیار کرو جس سے تم جماعت کا مفید وجود بن سکو۔ پھر ایسے بچے بھی ملے ہیں کہ بڑی عمر کے ہونے کے باوجود ان کو یہ نہیں پتہ کہ وہ واقف نو ہیں اور وقف نو ہوتی کیا چیز ہے۔ ماں باپ کہتے ہیں کہ وقف نو میں ہیں۔ پھر بعض یہ کہتے ہیں کہ ماں باپ نے وقف کیا ہے لیکن ہم کچھ اور کرنا چاہتے ہیں تو جب ایسی فہرستیں تیار ہوں گی سامنے آ رہی ہوں گی، ہر ملک میں جب تیار ہو رہی ہو گی تو ہمیں پتہ لگ جائے گا کہ کتنے ایسے ہیں جو بڑے ہو کر جھڑ رہے ہیں اور کتنے ایسے ہیں اور کس ملک میں ایسے ہیں جہاں سے ہمیں مبلغ ملیں گے اور کتنے ایسے ہیں جن میں سے ہمیں ڈاکٹر ملیں گے، کتنے انجینئر ملیں گے یا ٹیچر ملیں گے وغیرہ` پھر جو ڈاکٹر بنتے ہیں ان کی ڈاکٹری کے شعبے میں بھی دلچسپیاں ہر ایک کی الگ ہوتی ہیں تو اس دلچسپی کے مطابق بھی ان کی رہنمائی کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے بھی ملکوں کو مرکز سے پوچھنا ہوگا تاکہ ضرورت کے مطابق ان کو بتایا جائے۔ بعض دفعہ ہوتا ہے کہ کسی نے ڈاکٹر بننا ہے۔ صرف ایک شعبے میں دلچسپی نہیں ہوتی، دو تین میں ہوتی ہے تو ضرورت کے مطابق رہنمائی کی جا سکتی ہے کہ فلاں شعبے میں جانا ہے` تو اب تو اس عمر کو دوسری تیسری کھیپ پہنچ چکی ہے شاید چوتھی بھی پہنچ رہی ہو جہاں مستقبل کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ تو اس لئے ہر سال باقاعدہ اس کے مطابق نئے سرے سے فہرستیں بنتی رہنی چاہئیں، نئے جو شامل ہونے والے ہیں ان کو شامل کیا جانا چاہئے، جو جھڑنے والے ہیں ان کو علیحدہ کیا جانا چاہئے۔ اس لحاظ سے اب شعبہ وقف نو کو کام کرنا ہوگا۔

پھر جو پڑھ رہے ہیں ان کے بارے میں بھی علم ہونا چاہئے کہ ان میں درمیانے درجے کے کتنے ہیں اور یہ کیا کیا پیشے اختیار کر سکتے ہیں، ان کو کیا کام دیئے جا سکتے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا اس کام کو اب بڑے وسیع پیمانے پر دنیا میں ہر جگہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور واقفین نو کے شعبے کو میں کہوں گا کہ یہ فہرستیں کم از کم ایسے بچے جو پندرہ سال سے اوپر کے ہیں ان کی تیار کر لیں اور تین چار مہینے میں اس طرز پر فہرست تیار ہونی چاہئے۔ کیونکہ میرے خیال میں میں نے جو جائزہ لیا ہے جو رپورٹ کے اصل حقائق ہیں، زمینی حقائق جیسے کہتے ہیں وہ ذرا مختلف ہیں اس لئے ہمیں حقیقت پسندی کی طرف آنا ہوگا۔

کچھ شعبہ جات تو میں نے گنوا دیئے ہیں تو یہ ہی نہ سمجھیں کہ ان کے علاوہ کوئی شعبہ اختیار نہیں کیا جا سکتا یا ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ بعض ایسے بچے ہوتے ہیں جو بڑے ٹیلینٹڈ (Talented) ہوتے ہیں، غیر معمولی ذہین ہوتے ہیں ریسرچ کے میدان میں نکلتے ہیں جس میں سائنس کے مضامین بھی آتے ہیں، تاریخ کے مضامین بھی ہیں یا اور مختلف ہیں تو ایسے بچوں کو بھی ہمیں گائیڈ کرنا ہوگا وہی بات ہے جو میں نے کہی کہ ہر ملک میں کونسلنگ یا رہنمائی وغیرہ کے شعبہ کو فعال کرنا ہوگا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے تو اس کمال کے لئے کوشش بھی کرنی ہوگی۔ پھر انشاء اللہ تعالی، اللہ تعالیٰ کے فضل بھی ہوں گے۔ بہر حال بچوں کی رہنمائی ضروری ہے چند ایک ایسے ہوتے ہیں جو اپنے شوق کی وجہ سے اپنے راستے کا تعین کر لیتے ہیں، عموماً ایک بہت بڑی اکثریت کو گائیڈ کرنا ہوگا اور جیسا کہ میں نے کہا گہرائی میں جا کر سارا جائزہ لینا ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفے کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفے سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۳۔ جدید ایڈیشن)

تو ہم نے واقفین نو بچوں کو پڑھا کے نئے نئے علوم سکھا کے پھر دنیا کے منہ دلائل سے بند کرنے ہیں۔ اور اس تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اصل قرآن

کا علم اور معرفت دی ہے، اللہ کرے کہ واقفین نو کی یہ جدید فوج اور علوم جدیدہ سے لیس فوج جلد تیار ہو جائے۔ پھر واقفین نو بچوں کی تربیت کے لئے خصوصاً اور تمام احمدی بچوں کی تربیت کے لئے بھی عموماً ہماری خواتین کو بھی اپنے علم میں اضافے کی ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو بھی وقت دینے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اوراس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اجلاسوں میں اجتماعوں میں، جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے وہیں چھوڑ کر چلے نہ جایا کریں، یہ تو بالکل جہالت کی بات ہوگی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔ تو عورتیں اس طرف بہت توجہ دیں اور اپنے بچوں کی طرف بھی خاص طور پر توجہ دیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جن واقفین نو یا عمومی طور پر بچوں کی مائیں بچوں کی طرف توجہ دیتی ہیں اور خود بھی کچھ دینی علم رکھتی ہیں ان کے بچوں کے جواب اور وقف نو کے بارے میں دلچسپی بھی بالکل مختلف انداز میں ہوتے ہیں اس لئے مائیں اپنے علم کو بھی بڑھائیں اور پھر اس علم سے اپنے بچوں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ باپوں کی ذمہ داریاں ختم ہوگئی ہیں یا اب باپ اس سے بالکل فارغ ہو گئے ہیں یہ خاوندوں کی اور مردوں کی ذمہ داری بھی ہے کہ ایک تو وہ اپنے عملی نمونے سے تقویٰ اور علم کا ماحول پیدا کریں پھر عورتوں اور بچوں کی دینی تعلیم کی طرف خود بھی توجہ دیں۔ کیونکہ اگر مردوں کا اپنا ماحول نہیں ہے، گھروں میں وہ پاکیزہ ماحول نہیں ہے، تقویٰ پر چلنے کا ماحول نہیں۔ تو اس کا اثر بہر حال عورتوں پر بھی ہوگا اور بچوں پر بھی ہوگا۔ اگر مرد چاہیں تو پھر عورتوں میں چاہے وہ بڑی عمر کی بھی ہو جائیں تعلیم کی طرف شوق پیدا کر سکتے ہیں کچھ نہ کچھ رغبت دلا سکتے ہیں۔ کم از کم اتنا ہوسکتا ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دیں اس لئے جماعت کے ہر طبقے کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مرد بھی عورتیں بھی۔ کیونکہ مردوں کی دلچسپی سے ہی پھر عورتوں کی دلچسپی بھی بڑھے گی اور اگر عورتوں کی ہر قسم کی تعلیم کے بارے میں دلچسپی ہوگی تو پھر بچوں میں بھی دلچسپی بڑھے گی۔ ان کو بھی احساس پیدا ہوگا کہ ہم کچھ مختلف ہیں دوسرے لوگوں سے۔ ہمارے کچھ مقاصد ہیں جو اعلیٰ مقاصد ہیں۔ اور اگر یہ سب کچھ پیدا ہوگا تو تبھی ہم دنیا کی اصلاح کرنے کے دعوے میں سچے ثابت ہو سکتے ہیں۔ ورنہ دنیا کی اصلاح کیا کرنی ہے۔ اگر ہم خود توجہ نہیں کریں گے تو ہماری اپنی اولادیں بھی ہماری دینی تعلیم سے عاری ہوتی چلی جائیں گی۔ کیونکہ تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ کئی ایسے احمدی خاندان جن کی آگے نسلیں احمدیت سے ہٹ گئیں صرف اسی وجہ سے کہ ان کی عورتیں دینی تعلیم سے بالکل لاعلم تھیں۔ اور جب مرد فوت ہو گئے تو آہستہ آہستہ وہ خاندان یا ان کی اولادیں پرے ہٹتے چلے گئے کیونکہ عورتوں کو دین کا کچھ علم ہی نہیں تھا، تو اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی اکٹھے ہو کر کوشش کرنی ہوگی تا کہ ہم اپنی اگلی نسل کو بچا سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر دین کا علم پیدا کرنے اور اگلی نسلوں میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁ ❁❁❁❁ ❁❁❁

بقیہ: دورہ کینیڈا از صفحہ نمبر ۱۶

امتزاج نے اس Out Door انتظار کو بہت آرام دہ بنا دیا۔ فالحمدللہ

مردوں اور عورتوں میں سے گزرتے ہوئے حضور انور مسجد بیت الاسلام کی غربی جانب تشریف لائے جہاں نیشنل مجلس عاملہ کینیڈا، صدران جماعت ہائے احمدیہ کینیڈا اور نمائندگان جماعت احمدیہ امریکہ قطار میں حضور انور کے منتظر تھے۔ حضور انور نے ان سب کو شرف مصافحہ بخشا۔

اس کے بعد یارک ریجن پولیس کے تین آفیسرز نے حضور انور کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اس کے بعد حضور انور استقبالیہ سٹیج پر تشریف لائے جو مسجد بیت الاسلام کے غربی دروازہ کے چبوترہ پر بنایا گیا تھا۔ سامنے کے وسیع گھاس کے میدان میں جمع ہونے والے احباب جماعت اور ان کے پیچھے خواتین اور بچیوں نے حضور انور کا نعروں کے ساتھ پُر جوش استقبال کیا۔ حضور انور نے اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کو السلام علیکم کہا اور نعروں کا جواب دیا۔ اس کے بعد حضور انور مسجد بیت الاسلام کے اندر تشریف لے گئے اور اس کے مختلف حصوں کا معائنہ فرمایا اور ساتھ ساتھ مختلف امور کے بارہ میں دریافت فرماتے رہے۔ مسجد بیت الاسلام کا سنگ بنیاد 1986ء میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے رکھا تھا اور اکتوبر 1992ء میں اس کا افتتاح فرمایا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مسجد بیت الاسلام فن تعمیر میں ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے یہ شمالی امریکہ کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں 2500 کے قریب نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسجد کے معائنہ کے بعد جب حضور انور سٹیج پر دوبارہ تشریف لائے تو اس دوران میں حکومت کے کچھ عمائدین بھی حاضر ہو چکے تھے۔ آنریبل جوڈی سگرو، منسٹر آف امیگریشن، جم کیرجیانس، ماریا منّا تو ائرپورٹ سے ہی حضور انور ساتھ آئے تھے وہ بھی سٹیج پر موجود تھے بعد میں رائے کلّن (ROY CULLEN) ممبر آف پارلیمنٹ اور مائیکل ڈیبیاسی (Michael Dibiase) جو وان سٹی (Waughan City) جس میں بیت الاسلام مرکز واقع ہے کے میئر (Mayor) ہیں وہ بھی پہنچ چکے تھے۔ اسی طرح اس علاقہ یارک ریجن کے چیف آف پولیس Armand La Barge بھی حضور کے استقبال کے لئے آ گئے تھے۔ اس استقبالیہ تقریب کا آغاز کرتے ہوئے نسیم مہدی صاحب امیر و مشنری انچارج کینیڈا نے مائیکل ڈی بیاسی میئر آف وان کا مختصر تعارف کروایا کہ وہ جماعت کے بہت اچھے دوست ہیں اور انہیں دعوت دی کہ وہ آکر خطاب کریں۔

سٹی آف وان کے میئر مائیکل ڈی بیاسی جنہیں His Worship کہہ کر ایڈریس کیا جاتا ہے نے السلام علیکم کہہ کر تقریر شروع کی۔ انہوں نے جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ انہیں اس نہایت اہم اور مسرتوں سے بھری تقریب میں شمولیت کی دعوت دی۔ پھر انہوں نے نہایت فراخدلی سے جماعت کی تعریف کی۔ جماعت کی خدمات کا قدر دانی کے الفاظ سے ذکر کیا اور اس امر پر نہایت خوشی کا اظہار کیا کہ حضور پہلی دفعہ کینیڈا تشریف لائے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ہماری یہ روایت ہے کہ ہم کسی کا اعزاز کرنے کے لئے اپنے شہر کی چابی اُسے پیش کرتے ہیں چنانچہ وہ حضور انور کی خدمت میں وان شہر کی چابی پیش کریں گے۔ چنانچہ اپنی تقریر کے بعد انہوں نے حضور انور کو City of Waughan کی چابی پیش کی۔ اس کے ساتھ ہی میئر نے حضور انور کو ایک Plaque پیش کیا جس پر لکھا تھا کہ ہم حضور انور کو وان سٹی کے اعزازی شہری کے طور پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس پر فضا نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی۔

حضور انور میئر کا شہر کی چابی پیش کرنے اور اعزازی شہری کے طور پر خوش آمدید کہنے پر شکریہ ادا فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔ استقبال کے یہ نظارے اور یہ ساری کارروائی دنیا بھر میں MTA پر Live دکھائی گئی۔ اس موقع پر کینیڈین میڈیا کے مقامی ٹیلی ویژن کمپنیاں بھی ان دلفریب تاریخی مناظر کی عکس بندی کر رہی تھیں۔ اس کے بعد حضور انور نماز کی تیاری کے لئے قیام گاہ تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضور انور نے مسجد تشریف لا کر 4:30 بجے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اڑھائی ہزار کے قریب افراد نے مسجد کے اندر اور باقی افراد نے مسجد کے مغربی گھاس کے میدان میں نماز ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے لئے جب حضور انور قیامگاہ سے باہر تشریف لائے تو مقامی علاقہ کے ممبر آف پارلیمنٹ Honorable Maurizio Bevilacqua جو Former Minister Financial Institutions ہیں۔ اور Chairman Finance Committee of House of Common رہے ہیں حضور انور کو خوش آمدید کہنے کے لئے حاضر ہوئے۔ وہ اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس سے پہلے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ وہ حضور انور کی قیامگاہ سے مسجد تک حضور انور کے ساتھ چلتے ہوئے آئے اور حضور انور سے گفتگو کا شرف بھی حاصل کیا۔

نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ نماز مغرب وعشاء کی ادائیگی کے لئے حضور انور 9:10 بجے مسجد تشریف لائے۔ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ نمازیوں کی کثرت کے باعث ایک بڑی تعداد نے پنڈال میں نماز ادا کی۔

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور کچھ دیر کے لئے پیدل چلتے ہوئے پیس ویلج میں مرزا احسن احمد صاحب ابن مرزا انور احمد صاحب (جہاں مرزا حنیف احمد صاحب ٹھہرے ہوئے تھے) کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی تھی اس کے باوجود حضور نے پیدل ہی جانے کا فیصلہ فرمایا۔ راستے میں احمدیہ ایوینیو پر واقع تمام گھروں پر چراغاں کا منظر عجیب خوشی کی کیفیت پیدا کرتا تھا۔ مسجد بیت الاسلام، مشن ہاؤس، حضور انور کی رہائش گاہ اور احمدیہ پیس ویلیج کے گھر بجلی کے رنگ برنگے قمقموں سے جگمگا رہے تھے۔ ایک بڑا ہی دل لبھانے والا منظر تھا۔ حضور انور کا قیام بیت الاسلام سے ملحقہ آباد ''احمدیہ دارالامن'' (Ahmadiyya Peace Village) میں جماعت کی رہائش گاہ میں ہے۔ اس ''گاؤں'' میں 350 سے زائد احمدی خاندان آباد ہیں۔ اس کی سڑکوں اور گلیوں کے نام جماعت کے بزرگان اور مشاہیر کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ مثلاً احمدیہ ایوینیو، ناصر سٹریٹ، طاہر سٹریٹ، بشیر سٹریٹ، عبدالسلام سٹریٹ، محمود کریسنٹ، نوالدین کورٹ اور ظفراللہ خان کریسنٹ وغیرہ۔

نہایت خوبصورت وسیع وعریض مسجد اور اس کے اردگرد احمدیہ آبادی کو دیکھ کر جو لطف سرور اور دل کو سکون ملتا ہے اس کا اظہار تحریراً نہیں کیا جا سکتا۔

مرزا احسن احمد صاحب کے گھر کچھ دیر قیام کے بعد حضور انور ایدہ اللہ واپس اپنی رہائش گاہ تشریف لے آئے۔

❁❁❁❁❁

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی
اور ان کی تحریک از صفحہ نمبر ۴

کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی اور شرارت کا رنگ چھوٹنے لگا۔ طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے روحوں کی کثافتیں دور ہوگئیں اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف عیاں ہوگیا بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی جو ظہور حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔ اسلام کی تلوار نے پردوں کو چاک کر دیا۔ ان حکومتوں کے تختے الٹ دیئے جو حق کی دشمن اور باطل کی پشت پناہ تھیں۔

(الجہاد فی الاسلام طبع دوم صفحہ ۱۳۷۔ ۱۳۸)

مسٹر گاندھی کے اس نظریہ کو باطل ثابت کرنے کی جرأت ہی کب کر سکتے تھے کہ:۔

''اسلام ایسے ماحول میں پیدا ہوا ہے جس کی فیصلہ کن طاقت پہلے بھی تلوار تھی اور آج بھی تلوار ہے''۔ (الجہاد فی الاسلام صفحہ ۱۱)

پس دشمنان اسلام کے جواب میں مودودی صاحب کے لیے ناگزیر تھا کہ آپ جماعت احمدیہ کے مسلک کی تقلید کرتے۔ مگر اس موقع پر آپ نے ظلم یہ کیا کہ صرف یہ سوچ کر کہ آپ پر تقلید کا الزام نہ آئے آپ نے بڑی فصاحت و بلاغت سے خود دشمنان اسلام کی ہمنوائی قبول کر لی مگر حق اختیار کرنا قبول نہ کیا۔ اور خواہ مخواہ ''مصلحانہ جنگ'' کی ایک نئی صورت اپنی طرف سے ایجاد کر کے کتاب کے ساتھ شامل کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ کئی مواقع پر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مسلک کی برتری کا عملی اعتراف بھی کرتے ہیں لیکن آپ کے لٹریچر میں مصلحانہ جنگ کے نقطہء خیال نے ایسی نمایاں جگہ لے لی ہے کہ اصل حقیقت لوگوں کی نظر سے اوجھل ہی رہتی چلی آرہی ہے۔

ابتداء میں آپ نے اپنے خود ساختہ نظریہ جہاد کو شاید محض جدت کے طور پر پیش کیا تھا مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کے بعد ہندوستان کے سیاسی حالات جلد جلد بدلنے لگے اور ۱۹۳۳ء کے قریب مسلمانوں کے لیے عسکری پروگرام پیش کرنے والی جماعتیں خاکسار وغیرہ کھڑی ہوگئیں تو آپ نے اس جدت پسندی کو اصل ''اسلام'' سمجھ کر اسے متشددانہ رنگ دینا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اس کا پورا پورا اظہار آپ نے کسی آئندہ وقت پر ملتوی کر دیا تھا اور اس کے بالمقابل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تجدیدی مسائل کو اپنانے کا مکمل آغاز آپ نے ۱۹۳۳ء میں رسالہ ''ترجمان القرآن'' کے ذریعہ سے کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افکار کی عکاسی

یہ ترجمان القرآن کہنے کو تو مودودی صاحب کے مضامین کا مجموعہ تھا مگر اسکی عملی حیثیت یہ تھی کہ بعض دفعہ اسکے صفحہ صفحہ اور سطر سطر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمی افکار کی جھلک نمایاں ہوتی تھی ''ترجمان القرآن'' نے اپنے ابتدائی دور میں اپنے یہ فرائض کس خوش اسلوبی سے ادا کئے اس کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ مولانا مودودی صاحب کی زندگی کے کتنے دور تھے۔ سو معلوم ہونا چاہئے کہ **مولانا مودودی صاحب کی زندگی کے چار اہم دور ہیں۔**

اوّل: وہ دور جس میں آپ نے احمدیت کا مطالعہ شروع کیا اور اس سے ذاتی فائدہ اٹھانے کے لیے گہرے غور و فکر سے کام لیا۔ یہ دور تحریک خلافت کے ایام سے شروع ہو کر ۱۹۳۳ء تک چلا جاتا ہے۔

دوم: دوسرا وہ دور ہے جبکہ آپ نے ''ترجمان القرآن'' کے مضامین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے اجتہاد اور خیالات کی محض قلمی تقلید کی۔ یہ دور ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۱ء تک کا درمیانی عرصہ ہے۔ اس میں بھی آپ آسمانی خلافت اور الہام کی روشنی سے محروم ہونے کے باعث راہ اعتدال پر قائم نہ رہ سکے۔

سوم: تیسرا وہ دور ہے جبکہ آپ نے نہایت بھونڈے طور پر عملی شکل میں تقلید شروع کی اور جماعت احمدیہ کے نظام کے مطابق نئی جماعت اور نئے مرکز کی تعمیر کی طرف توجہ دی۔ یہ دور ۱۹۴۱ء کے بعد سے لے کر قریب قریب انقلاب ہجرت تک وسعت رکھتا ہے۔

چہارم: قیام پاکستان سے اس وقت تک کا دور جس میں آپ نے اپنے پروگرام سے کنارہ کشی اور کمیونسٹوں کی طرح محض اقتدار و سیاست کے چور دروازوں میں داخل ہونے کو اپنا لائحہ عمل قرار دے رکھا ہے۔

ابتدائی صفحات میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے مجتہدانہ کارناموں پر روشنی ڈالنے کے بعد مودودی صاحب کے دور اول کا مختصر سا بیان ہدیۂ ناظرین کر دیا ہے اس لئے اس کا اعادہ کئے بغیر ہم آپ کے دوسرے دور کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

اس زمانہ میں آپ نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے مسائل میں حضرت مسیح موعود سے کس طرح تفصیلاً استفادہ کیا، یہ تو اپنی جگہ ایک علیحدہ مضمون ہے، اس جگہ مودودی صاحب کے چند اصولی افکار بتائے جاتے ہیں جو آپ نے ''ترجمان القرآن'' کے ذریعہ مسلمانوں کے سامنے رکھنے شروع کئے اور جن کی موجودہ ہیئت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملی طریق کار اور آپؑ کی تحریرات سے ترکیب یافتہ تھی۔ یہ عملی افکار کیا ہیں ان کا مختصر سا خاکہ جناب مودودی صاحب کے اپنے الفاظ میں درج کرتے ہیں:۔

تبلیغ اسلام اور غیر مسلموں کے حملوں کا جواب

''یہ وقت ہے کہ مغربی قوموں کے سامنے قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کوشش کو پیش کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ یہ ہے وہ مطلوب جس کی طلب میں تمہاری جانیں بیقرار ہیں۔ یہ ہے وہ امرت رس جس کے تم پیاسے ہو۔ یہ ہے وہ شجر طیب جس کا اصل بھی صالح ہے اور شاخیں بھی صالح ہیں جس کے پھل میٹھے بھی ہیں اور جان بخش بھی''۔

(ترجمان القرآن اکتوبر ۱۹۳۵)

اس جگہ ہم اس افسوسناک حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جناب مودودی صاحب نے ابتداء میں جس درجہ درد اور سوز کے ساتھ غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی اسی درجہ بے رحمی سے بعد کو آپ نے غفلت کا ثبوت دیا اور اتنی بڑی اہم چیز کو نظر انداز کرنے کے لیے آپ نے اس بہانہ سے اپنا پیچھا چھڑا لیا کہ:۔

''محض عیسائی مشنریوں کے ڈھنگ پر اسلام کی تبلیغ کر دینا لاحاصل ہے۔ عقائد کی اصلاح ایک رسالہ نہیں ہزاروں رسالے اگر لاکھوں کی تعداد میں بھی شائع کر دیے جائیں تو یہ حالات روبراہ نہیں آسکتے۔ محض زبان اور قلم سے اسلام کی خوبیوں کو بیان کر دینے سے کیا فائدہ۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ ان خوبیوں کو واقعات کی دنیا کے سامنے لایا جائے''۔

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۳۷ء)

ان الفاظ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ مودودی صاحب کو اسلام کے تقاضوں کا اتنا احساس نہ تھا جتنا شہرت وعزت کا احساس تھا ورنہ تبلیغ اسلام کے اس میدان کو چھوڑ کر جہاں اسلام اور غیر اسلام کی کشمکش جاری تھی آپ کسی اور جگہ اپنا کیمپ نہ لگاتے لیکن خیر اچھا ہوا کہ آپ نے موجودہ عقائد کے ساتھ دشمنان اسلام کے سامنے پیش ہونے کی جرأت نہ کی ورنہ مجاہدین احمدیت کی مشکلات میں اور اضافہ ہو جاتا اور اسلام کی بدنامی الگ ہوتی۔

دنیائے اسلام میں دو گروہ

علماء اور جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی حالت زار کا یوں نقشہ کھینچا:

''اسوقت دنیائے اسلام میں ہر جگہ دو ایسے گروہ پائے جاتے ہیں جو بالکل ایک دوسرے کا ضد ہیں۔ ایک گروہ اسلامی علوم اور اسلامی ثقافت کا علمبردار ہے مگر زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی علمی راہنمائی کے قابل نہیں۔ دوسرا گروہ مسلمانوں کی علمی ادبی اور سیاسی گاڑی کو چلا رہا ہے مگر اسلام کے اصول ومبادی سے ناواقف ہے''۔

(ترجمان القرآن اکتوبر ۱۹۳۵ء)

''میں اس حالت کو دیکھ رہا ہوں، اور اس کا خوفناک انجام میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اگرچہ راہنمائی کے لئے جس علم و عقل اور جامعیت کی ضرورت ہے وہ مجھ کو حاصل نہیں۔ نہ اتنی قوت میسر ہے کہ ایسے بگڑے ہوئے حالات میں اتنی بڑی قوم کی اصلاح کر سکوں لیکن اللہ نے دل میں ایک درد دیا ہے اور وہی درد مجبور کرتا ہے کہ جو تھوڑا سا علم اور نور بصیرت اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے اس سے کام لیکر مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کو اسلامی تعلیم کے اصل منبع اور اسلامی تہذیب کے اصل سرچشمہ کی طرف رجوع کرنیکی دعوت دوں گا''۔

(ترجمان القرآن اکتوبر ۱۹۳۵ء)

علماء کی حالت

طبقہ علماء کو اپنے حقیقی فرائض کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا:۔

''علماء کیلئے اب یہ وقت نہیں ہے کہ وہ الٰہیات اور مابعد الطبعیات اور فقہی جزئیات کی بحثوں میں لگے رہے۔ دراصل ضرورت اس مسائل کے سمجھنے کی ہے جو ناخدا شناسی اور لادینی کی بنیاد پر علم اور تمدن میں صدیوں تک نشو ونما پاتے رہنے سے پیدا ہوگئے ہیں انکی پوری تشخیص کر کے اصول اسلام کے مطابق ان کا قابل عمل حل پیش کرنا وقت کا اصل کام ہے۔ اگر علمائے اسلام نے اپنے آپکو اس کام کا اہل نہ بنایا اور اسے سرانجام دینے کی کوششیں نہ کیں تو یورپ اور امریکہ کا جو حشر ہوگا سو ہوگا خود دنیائے اسلام بھی تباہ ہو جائیگی''۔ (ترجمان القرآن مارچ ۱۹۳۸ء)

فکر واجتہاد سے استعفیٰ

حضرت اقدس علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں فکر واجتہاد سے مستعفی ہونے والے مسلمانوں سے خطاب کیا:۔

''ذہنی غلبہ و استقلال کی بنا دراصل فکری اجتہاد اور علمی تحقیق پر قائم ہوتی ہے جو قوم اس راہ میں پیشقدمی کرتی ہے وہی دنیا کی رہنما اور قوموں کی امام بن جاتی ہے...... مسلمان جب تک تحقیق واجتہاد کے میدان میں آگے بڑھتے رہے تمام دنیا کی قومیں انکی پیرو اور مقلدر ہیں ---۔ مگر جب انہوں نے سوچنا اور دریافت کرنا چھوڑ دیا تو گویا انہوں نے خود دنیا کی راہنمائی سے استعفیٰ دیدیا''۔

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۳۴ء)

نئے اجتہاد کی ضرورت

انہیں مسائل اسلامی میں نئے اجتہاد کا احساس دلانے کے لیے لکھا:۔

''اسلام میں ایک نشأۃ جدیدہ کی ضرورت ہے۔ (Renaissance) پرانے اسلامی مفکرین ومحققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا''۔

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۳۴ء)

علوم جدیدہ اور اسلام

حضرت اقدسؑ کے نقطہء خیال کی تائید میں علوم جدیدہ اور اسلام کی کشمکش کے متعلق تحریر فرمایا:۔

''ایک ہوشمند اور بالغ النظر آدمی کے لیے اس خیال سے ہیبت زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ اب علوم جدیدہ اور انکشافات حاضرہ نے عمل وخیال کی نئی

طرحیں ڈالی ہیں اور حریت نے فکر وضمیر کی دولت سے دماغوں کو مالا مال کر دیا ہے لہٰذا اب خدا جانے مذہب کا حشر کیا ہو۔ وہ تو ان علوم وانکشافات پر ایک تحقیقی نظر ڈال کر دیکھے گا کہ ان میں جو چیزیں مذہب سے متصادم ہو رہی ہیں وہ یقینی بھی ہیں یا نہیں''۔

(ایضاً جولائی ۱۹۳۴ء)

''مغربی علوم وفنون بجائے خود سب کے سب مفید ہیں اور اسلام کو ان میں سے کسی کے ساتھ دشمنی نہیں بلکہ ایجاباً میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حقائق علمیہ کا تعلق ہے اسلام ان کا دوست ہے اور وہ اسلام کے دوست ہیں۔ دشمنی دراصل علم اور اسلام میں نہیں بلکہ مغربیت اور اسلام میں ہے۔ اکثر علوم میں اہل مغرب اپنے چند مخصوص اساسی تصورات، بنیادی نقطہ ہائے آغاز اور زاویہ ہائے نظر رکھتے ہیں جو بجائے خود ثابت شدہ حقیقت نہیں بلکہ محض ان کے وجدانیات سے ہے''

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۳۶ء)

''بدقسمتی سے تنہا حضرت نیاز ہی نہیں ایک بہت بڑا گروہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ مذہب کی شمع صرف گذشتہ زمانے کی تاریکی میں ہی جل سکتی تھی علوم جدیدہ کا آفتاب طلوع ہونے کے بعد اس کا روشن ہونا مشکل ہے''۔ (ایضاً جولائی ۱۹۳۳ء)

نظام تعلیم میں انقلاب

حضرت اقدسؑ نے مسلمان بچوں کی تعلیم کے متعلق جس خطرہ کا اظہار فرمایا تھا اسے یقینی کہتے ہوئے آواز بلند کی:۔

''سرسید تحریک نے ایک حد تک ہماری دنیا تو ضرور بنادی ہے مگر جتنی دنیا بنائی اس سے زیادہ ہمارے دین کو بگاڑا......سوال یہ ہے کہ کیا دائماً ہماری یہی تعلیمی پالیسی ہونی چاہئے۔ اگر یہی ہماری دائمی پالیسی ہے تو اس لئے بھی علیگڑھ کی کوئی ضرورت اب باقی نہیں رہی۔ اس ہندوستان کے ہر بڑے مقام پر ایک علیگڑھ موجود ہے جہاں سے دھڑا دھڑ اینگلو محمڈن اور اینگلو انڈین نکل رہے ہیں۔ پھر یہ بُھس بھری فصل کاٹنے کے لیے ہم کو اپنا ایک مستقل مزارعہ رکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ اگر درحقیقت اس حالت کو بدلنا مقصود ہے تو ذرا ایک حکیم کی نظر سے دیکھئے کہ خرابی کے اصل اسباب کیا ہیں اور ان کو دور کرنے کی صحیح صورت کیا ہے''۔

''آپ کے تعلیمی اسٹاف میں ملاحدہ اور متفرنجین بھر گئے ہیں ان کو رخصت کیجئے۔ خوش قسمتی سے ہندوستان میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی پیدا ہوچکی ہے جو علوم جدیدہ میں بصیرت رکھنے کے ساتھ دل و دماغ اور نظر وفکر کے اعتبار سے پورے مسلمان ہیں۔ ان بکھرے ہوئے جواہر کو جمع کیجئے تاکہ وہ جدید آلات سے اسلامی نقشہ پر ایک اسٹیمر بنائیں''۔

(ترجمان القرآن اگست ۱۹۴۶ء)

انٹرمیڈیٹ بی۔اے وغیرہ کلاسز کے لیے ایک اسلامی نصاب کی مفصل تجویز پیش کرتے ہوئے آپ نے لکھا:۔

''میں چاہتا ہوں کہ علیگڑھ کو نہ صرف ہندوستان کا بلکہ تمام دنیائے اسلام کا دماغی مرکز بنا دیا جائے''۔

''مَیں اپنے اس بیان کی اس طوالت پر عذر خواہ ہوں مگر اتنی تطویل اور تفصیل میرے لیے ناگزیر تھی کیونکہ میں بالکل ایک نئے راستے کی طرف دعوت دے رہا ہوں جس کے نشانات کو پہچاننے میں خود مجھے غور وفکر کے کئی سال صرف کرنے پڑے ہیں۔ مَیں ضمناً اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ مسلمانوں کے مستقل قومی وجوہ اور ان کی تہذیب کے زندہ رہنے کی اب کوئی صورت بجز اسکے نہیں کہ ان کے طرز تعلیم وتربیت میں انقلاب پیدا کیا جائے اور وہ انقلاب ان خطوط پر ہو جو میں نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں''۔

(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۳۶ء)

دارالاسلام کا تخیّل

قادیان کی طرح ایک اور مرکز کے ازسرنو قیام کی تجویز یوں پیش کی۔

''رسول اللہ ﷺ نے جس طریقہ سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی دنیا میں انقلاب برپا کیا تھا اسکی تفصیلات بیان کرنے کا موقع نہیں یہاں صرف اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ادارۂ دارالاسلام کا تخیل اس اسوۂ پاک کے غائر مطالعہ سے پیدا ہوا ہے''

''اب جو لوگ اسلامی طرز کا انقلاب کرنا چاہتے ہیں ان کو ہر اس طریقہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اگر ہم ہندوستان سے نکل کر کہیں آزاد فضا میں جاسکتے جہاں مدینہ طیبہ کی طرح دارالاسلام بنایا جاسکے تو کم ازکم اس ملک میں الٰہی تربیت گاہیں بنانی چاہئیں جہاں خالص اسلامی ماحول پیدا کیا جائے......اس قسم کی درسگاہوں میں ایسے لوگوں کو جمع کیا جائے جو سچے دل سے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ......وہاں کے کام کا نقشہ وہی ہو جو نبی صلعم کے کام کا نقشہ تھا۔

''اس تصریح سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ تحریک جو میں پیش کررہا ہوں نہ تو ارتجاعی (reactionary) تحریک ہے نہ اس قسم کی ارتقائی تحریک ہے جسکے پیش نظر صرف مادی ارتقاء ہو۔ میرے پیش نظر جو تربیت گاہ ہے-----اس کے لیے اگر کوئی نمونہ ہے تو وہ صرف مدینۃ الرسول اور اس حزب اللہ میں ہے جسے نبی عربی ﷺ نے مرتب کیا تھا''

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۳۷ء)

جماعت بنایئے

اور سب سے بڑھ کر اس خواہش کا اظہار کیا کہ (جماعت احمدیہ کی مانند) ایک نئی جماعت تیار کی جائے چنانچہ لکھا:۔

''ایمانداروں کی ایک جماعت بنایئے جو نہ صرف اس راستے پر چلیں بلکہ دنیا کو بھی اس کی طرف کھینچنے کی کوشش کریں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین نے ہمیشہ اس غرض کے لیے جہاد کیا ہے۔ یہ خیال کہ زندگی کا دریا جس رخ پر بہ گیا اس سے پھیرا نہیں جاسکتا عقلاً بھی غلط ہے اور تجربہ اور مشاہدہ بھی اسکے خلاف گواہی دیتا ہے......اس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال خود اسلام میں موجود ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے......چند سال کی مختصر مدت میں اپنی تبلیغ وجہاد سے دنیا کے رخ کو پھیر کر اور دنیا کے رنگ کو بدل کر چھوڑا''۔

(ترجمان القرآن مئی ۱۹۳۶ء)

قارئین کرام! مندرجہ بالا بیانات پڑھ لینے کے بعد اب میرے اس دعویٰ کی صداقت میں کوئی شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ وہ تمام خطوط جو مودودی صاحب کی اپنی دماغی کاوشوں کا ثمرہ نظر آتے ہیں وہ قریب قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔ علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی کشمکش، فکر و اجتہاد سے استغنیٰ، علوم جدیدہ اور اسلامی شریعت، تعلیم کے نظام میں انقلاب نو، مرکزیت کی اہمیت، غرضیکہ کوئی بھی تو ایسا نسخہ نہیں جس پر مودودی صاحب نشاندہی کر کے یہ کہہ سکیں کہ اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رہنمائی حاصل نہیں کی۔ بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب مسلمانوں کو کسی نئے پروگرام کی طرف توجہ نہیں دلاتے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نقشہ کو جو آپ نے قادیان میں تیار فرمایا تھا حیدر آباد میں ترجمان کے قلمی پردوں پر دکھانا چاہتے ہیں۔ مگر آسمانی اور زمینی دماغوں کی امتیازی حیثیت دو طرح واضح ہوجاتی ہے۔

اول:۔ یہ کہ قادیان کا تیار کردہ نقشہ محض نقشہ نہیں تھا بلکہ واقعات کی دنیا میں اس کو عملی جامہ پہنانے والی ایک زبردست جماعت طوفان کی طرح آگے بڑھتی جارہی تھی مگر یہاں صرف نقشہ ہی نقشہ تھا۔

دوم:۔ وہاں خود نقشے سے یہ آواز نکل نکل کر فضاء آسمانی میں گونج رہی تھی کہ:۔

''وہی برکتیں اب بھی جوئندوں کے لیے مشہود ہوسکتی ہیں جن کا جی چاہے صدق دل سے رجوع کرے۔ کیا کوئی زمین کے اس سرے سے اس سرے تک ایسا متنفس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کرسکے، کوئی نہیں، ایک بھی نہیں''۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱)

مگر یہاں وہ شخص جو اس نقشہ کی نقل (copy) کرکے دنیا میں خدا اور اس کے دین کی حقانیت کا سبق پڑھانے کیلئے گھر سے نکلا تھا زندہ خدا کی برکات کا چیلنج دینے کی بجائے یہ اعتراف کررہا تھا کہ:۔

''ہم معاد اور کلام الٰہی حتّٰی کہ خود وجود صفات الٰہی کے متعلق بھی جن باتوں پر ایمان رکھتے ہیں ان پر ہمارا ایمان ویقین اس بناء پر نہیں کہ ہماری اپنی عقلی تحقیق یا ہمارے اپنے ذاتی تجربہ ومشاہدہ نے ان کے متعلق ہمیں کوئی ایسا قطعی اور یقینی علم بخشا ہے جس کے خلاف ہم پر کوئی دلیل عقلی قائم نہ کی جاسکتی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو بلاشبہ نبوت کی بحث سے بے نیاز ہوکر ان مسائل سے بحث کی جاسکتی تھی۔ لیکن ان امور پر ہمارے قطعی ایمان واذعان کی بنیاد دراصل اس اعتقاد پر ہے کہ محمد صلعم صادق القول ہیں---(پس جب تک محمد صلعم کی صداقت کے منکر سے ہم اس بنیادی مسئلہ کو تسلیم نہ کرالیں گے اس وقت تک کسی فروعی مسئلہ سے بحث ہی نہ کریں گے)''۔ (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۳ء)

جماعت اسلامی کا بنیادی نقص

مودودی صاحب کے اس جواب کا ایک ایک لفظ اس بات پر گواہ تھا کہ آپ دنیا کو جس مقدس ذات کی خبر دینے جارہے ہیں اس کا عملی مشاہدہ اور تجربہ کرنے میں آپ سراسر ناکام ہیں۔ اور اگر سچ پوچھئے تو احمدیت اور مودودی تحریک کا بنیادی اور اساسی فرق بھی یہی ہے کہ احمدیت ایک مادی تحریک نہیں بلکہ وحی و الہام اور روحانی خلافت اس کے ضامن ہیں۔ مگر مودودی صاحب یہ اقرار کرتے ہوئے بھی کہ:۔

''اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے کے مجتہدین ومجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت کام سے عہدہ برآ ہونے کیلئے کافی نہیں''۔ (تجدید احیائے دین۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی پٹھانکوٹ)

اس بات کی جرأت نہیں کرسکتے کہ آپ کو مجددین کرام اور خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی طرح خدا سے تعلق اور کلام کا شرف حاصل ہے حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے جس قدر تجدیدی کارنامے سرانجام دئے ان کی تمام تر بنیاد الہام اور دعوئ امامت پر تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

''ولمّا تمّت بی دورة الحكمة البسنی الله خلعة المجدّدية فعلمت علم الجميع بين المختلقات''

ومن نعم الله علیّ ولا فخران جعلنی ناطق هٰذا الدورة و كليهما قائد هٰذه الطبقة وزعيمها فنطق علیٰ لسانی ونفث علیٰ نفسی''

پھر فرماتے ہیں:۔

''فهّمنی ربّی انا جعلناک امام هٰذه الطريقة وسددنا طريق الوصول الیٰ حقيقة

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail-BELAboutique@aol.com

القرب کلها الیوم غیر طریقةواحدة وهو محبتک والانقیاد لک فا لسماء لیس علیٰ من عاداک بسماء و لیست الارض علیه بارض فاهل الشرق والغرب کلهم رعیتک وانت سلطنهم ۔ علموا اولم یعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا خابوا"۔ (بحوالہ تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیشن دوم شائع کردہ کتابی دنیا صفحہ ۲۵۹)

اب واضح سوال یہ ہے کہ جب حضرت شاہ صاحب جیسے بلند پایہ مجدد اور ولی انسان اپنے الہامات وکشوف سمیت دنیا میں واپس آ کر اسلامی انقلاب برپا نہیں کرسکتے تو جناب! آپ میں وہ کونسی روحانی قوت ہے کہ آپ الہام وکلام سے محروم ہوتے ہوئے مدینۃ الرسول کا سنگ بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوسکیں گے؟

انقلاب اسلامی کے قیام پر غور کرتے ہوئے کسی معمولی شخص کا ذہن اس قدر اہم اور ضروری سوال کو نظر انداز نہیں کرسکتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ مودودی صاحب کا دماغ اسے فراموش کردیتا ۔چنانچہ حقیقت بھی یہی ہے کہ مودودی صاحب ابتدائے تحریک سے ہی اس معمہ کو حل کرنے میں مصروف تھے اور خصوصاً جس دور کا ہم ذکر کررہے ہیں وہ تو خاص انہی مسائل میں گزر رہا تھا۔مگر عجیب بات ہے کہ مودودی صاحب کو جہاں دیگر مسائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقلید کا ڈھنگ خوب مستحضر رہتا تھا وہاں اس مرحلہ پر آپ کچھ سوچنے سے پہلے ہی سب کچھ بھول جاتے ہیں اور گھبرا کر مختلف بولیاں بولنی شروع کردیتے تھے۔کبھی فرماتے:۔

"یہ بات آپ سمجھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ خود تو آپ کے سامنے آکر حکم دینے سے قاصر رہا۔(خدا تعالیٰ کے لئے لفظ 'قاصر' کا استعمال بے حد تعجب خیز ہے۔ناقل)۔اس کو جو کچھ احکام دینے تھے وہ اس نے اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیج دئے ......حضرت رسول اللہ ﷺ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے وفات پاچکے ہیں آپ کے ذریعہ جو احکام خدا نے دیئے تھے وہ قرآن اور حدیث میں ہیں لیکن قرآن اور حدیث خود چلنے پھرنے اور بولنے اور حکم دینے والی چیزیں نہیں کہ آپ کے سامنے آئیں اور کسی بات کا حکم دیں اور کسی بات سے روکیں ۔قرآن اور حدیث کے احکام کے مطابق آپ کو چلانے والے بہرحال انسان ہی ہونگے ۔اسلئے انسانوں کی اطاعت کے بغیر تو چارہ نہیں البتہ ضرورت جس بات کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ انسان کے پیچھے آنکھیں بند کرکے نہ چلیں......اور اگر قرآن وحدیث کے مطابق چلائیں تو ان کی اطاعت آپ پر فرض ہے"۔(خطبات بارہفتم صفحہ ۲۸ مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان)

کسی وقت کہتے ہیں:۔

"دین کو ہر دور میں ایسی طاقتور شخصیتوں کی ضرورت تھی اور ہے، جو زمانہ کی بگڑی ہوئی رفتار کو بدل کر پھر سے اسلام کی طرف پھیر دیتی رہیں ان کا نام مجدد ہے"۔(تجدید و احیائے دین صفحہ ۲۷)

بعض اوقات مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتلاتے:۔

"اب ذرا اس قوم کی حالت پر نظر ڈالئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے۔نفاق اور بدعقیدگی کی کونسی قسم ایسی ہے جس کا انسان تصور کرسکتا ہے اور وہ مسلمانوں میں موجود نہ ہو"۔(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۳۴ بحوالہ خطبات صفحہ ۱۴۷)

غرضیکہ سیدھی سادی باتوں کو چھوڑ کر آپ کوئی معقول جواب دینے کی بجائے اشاروں سے الجھے رہتے تھے۔اور "شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیر ہا" کے مصداق بن کر یہ نہ بتاسکتے تھے کہ آپ کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں۔اور بتا بھی کیسے سکتے جب کہ آپ مجدد کے خصائص، مہدویت کے نشانات اور نبوت کی برکات سے بالکل تہی دامن تھے۔اور اس کے باوجود ان کی شدید خواہش تھی کہ کوئی ایسی ترکیب نکل آئے کہ کچھ نہ ہونے کے باوجود آپ سب کچھ کہلائیں ۔آخر ہزار سوچ اور فکر کے بعد آپ نے ۱۹۳۹ء کے آخر میں "الفرقان بریلی کے شاہ ولی اللہ" نمبر میں مجددین کی تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے مہدی موعود کے متعلق "اپنا اندازہ" ظاہر کردیا کہ "مجھے اس کے کام میں کرامات و خوارق، کشوف والہامات اور چلّوں اور مجاہدوں کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی"۔اور اس کے ساتھ ہی آپ نے چند ایسی علامات بھی اختراع کرلیں جنہیں آپ کا مقصد بڑی آسانی سے آپ پر چسپاں کرسکے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ)

درس حدیث

(بیان فرمودہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ)

﴿اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰةُ الْمُسْلِمِ﴾۔

ترجمہ:۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔

(کنزل العمال جلد ۱ ۔الفصل السابع فی صفات المومنین ۔حدیث نمبر ۷۴۲)

یہ حدیث کیا ہے؟ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ساتھ تعلقات کا ایسا مکمل مرقّع ہے کہ جس سے کوئی تعلق باہر نہیں رہ جاتا۔

(۱) جس طرح آئینہ دیکھنے پر چہرہ کے دھبے، داغ ، ہر قسم کی میل کچیل ، پگڑی کی غلط بندش ۔غرض سب قسم کے عیوب نظر آجاتے ہیں اسی طرح ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال ،اپنے افعال ، اپنے اطوار اور اپنے طور وطریق کے لحاظ سے ایسا اچھا ہو کہ دوسرا مسلمان اُسے دیکھ کر اپنی غلط روش اور اپنے غلط طور وطریق پر فوراً آگاہ ہوسکے اور جس طرح آئینہ دیکھ کر فوراً انسان اپنی درستی کرلیتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کو بھی ہونا چاہیے کہ اس کی خوبیاں دیکھتے ہی لوگ اپنی غلطیوں کا احساس کرلیں۔

(۲) جس طرح آئینہ اپنے دیکھنے والے کو تو اس کے عیوب پر مطلع کرتا ہے مگر دوسرے لوگوں کو کسی کے عیب نہیں بتاتا بلکہ ہر شخص کو اسی کے عیوب پر آگاہ کرتا ہے ۔اسی طرح ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کے عیوب پر اسے پوشیدگی میں مطلع کردے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلے۔مگر یہ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے ڈھنڈورا پیٹنا شروع کردے اور دوسرے لوگوں کو اس کے عیوب پر مطلع کرے۔

}۳) بعض لوگ باوجود اپنے بھائی میں کسی عیب کے ہونے کے خیر خواہی سے کام نہیں لیتے اور کبھی محبت اور نرمی سے نہیں سمجھاتے ۔بلکہ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا۔ عیسیٰ بدین خود، موسےٰ بدین خود۔لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ طریق محض غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں سچے مسلمان کو آئینہ سے تشبیہہ دی گئی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ آئینہ کسی کے سامنے آئے اور اسے اس کے چہرہ کے داغ دھبوں سے دور نہ کرے۔اسی طرح ایک سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خلوت اور پوشیدگی میں کمال خیر خواہی سے اپنے مسلمان بھائی کو اس کی قابل اصلاح غلطیوں کی طرف توجہ دلائے اور اسے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرے۔

(۴) جس طرح آئینہ اپنے دیکھنے والے کو اُس کے چہرہ کے عیوب پر آگاہ کرتا ہے اس کی خوبیوں کو بھی وہ ظاہر کرتا ہے۔یہ نہیں ہوتا کہ پگڑی کی غلط بندش کا تو آئینہ سے پتہ لگ جائے مگر درست بندش کا پتہ نہ لگے یا چہرہ کی بدصورتی یا میلا ہونے اور داغ دھبّے تو آئینہ بتادے مگر خوبصورتی یا چہرہ کا صاف ہونا اور دھبّوں سے پاک ہونا آئینہ ظاہر نہ کرے کیونکہ آئینہ جس طرح عیوب پر مطّلع کرتا ہے خوبیوں پر بھی اُسی طرح آگاہ کرتا ہے۔اسی طرح مسلمان کا صرف یہی فرض نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے نقائص کا ہی آئینہ ہو بلکہ اس کی خوبیوں کا بھی معترف ہو ۔اور جس طرح اس کے نقائص بیان کرکے اس کے دل کو زخمی کرتا۔مگر اصلاح اور تنبیہ کے لئے ایسا کرتا ہے۔یہ بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی خوبیوں کا بھی ذکر کرے تاکہ اس کا دل خوش ہو اور وہ آگے سے بڑھ کر اُن خوبیوں پر قائم ہوجائے ورنہ جس بچے کی ہمیشہ غلطیاں نکالی جائیں اور اچھا پڑھنے اچھا لکھنے پر اُسے شاباش نہ دی جائے وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔

(۵) جس طرح آئینہ چہرہ کے عیوب صرف اُسی وقت دکھاتا ہے جب وہ چہرہ کے سامنے ہو لیکن جب اسے ہٹالیا جائے اُس وقت آئینہ میں وہ عیوب قائم نہیں رہتے ۔اسی طرح ایک مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان سے ملے اور اس میں کوئی عیب یا غلطی پائے تو آئینہ کی طرح خاموشی سے اس پر ظاہر کردے ۔مگر یہ نہ کرے کہ جب اس سے جدا ہوکر گھر جائے تب بھی اس کے دل میں دوسرے مسلمان کے عیوب جاگزین ہوں۔ بلکہ چاہیے کہ اس کا دل اپنے بھائی کی طرف سے آئینہ کی طرح ہر قسم کے گرد وغبار سے بالکل صاف ہو۔

میں نے اس بارے میں اپنے شیخ اور استاد نورالدین اعظمؓ کو بے نظیر پایا۔وہ فرماتے تھے کہ میں جب سونے لگتا ہوں تو اپنے دل کو غم وغصہ، کینہ اور رنجش سے بالکل صاف کرکے سوتا ہوں اور دن کو کسی شخص سے کسی بات کی وجہ سے طبیعت میں خواہ کس قدر غصہ اور رنج کیوں نہ ہو سوتے وقت اس کی طرف سے بالکل صاف کرلیتا ہوں ۔سبحان اللہ۔یہ میرا شیخ کیسا بے نظیر شخص تھا۔اے اللہ! کروڑ در کروڑ رحمتیں اس پاک اور بے نظیر وجود پر مجھ عاجز اور بے سرمایہ شخص کی طرف سے نازل فرما کہ میری گردن اس کی بیعت اس کی شاگردی اور اس کے احسانات کے بار سے دبی پڑی ہے۔اور مجھے توفیق عطا فرما کہ جس طرح میں نے اپنے شیخ سے علم دین سیکھا میں بھی اس کی اولاد میں سے کسی فرد کو کچھ سکھا سکوں ۔جو مجھے آتا ہے۔آمین ۔ یارب العالمین۔

(روزنامہ الفضل قادیان ۔۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء صفحہ ۳)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ۔ربوہ

☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515

SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS
& COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مصلح موعودؓ کی روایات کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت مبارکہ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۶/ جنوری ۲۰۰۴ء میں ایک تفصیلی مضمون (مرتبہ مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب) میں حضرت مصلح موعودؓ کی روایات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ مبارکہ بیان کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دادا کی عالی ہمتی

حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ سنایا کرتے تھے کہ جب ہمارے خاندان کی ریاست جاتی رہی تو ان کے والد صاحب کپورتھلہ کی ریاست میں پناہ گزین ہوگئے۔ اس وقت ریاست والوں نے چاہا کہ آپ کو دو گاؤں گزارہ کیلئے دیدیں لیکن آپ نے فرمایا: اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو پھر یہیں پڑے رہیں گے اور اس طرح اولاد کی ہمت پست ہو جائے گی اور اپنی خاندانی روایات قائم رکھنے کا خیال اس کے دل سے جاتا رہے گا۔ پھر لمبے عرصہ بعد جب وہ سولہ سترہ سال کے ہوئے تو ان کے والد فوت ہو گئے۔ انہوں نے انہیں لاکر قادیان میں دفن کیا اور خود دہلی پڑھنے چلے گئے حالانکہ کوئی سامان میسر نہ تھا۔ دہلی میں انہیں کئی کئی دن کا فاقہ کرنا پڑا مگر ان تمام مشکلات کے باوجود انہوں نے تعلیم حاصل کی اور اس قدر ہمت سے کام لیا کہ آخر ایک بہت بڑے عالم اور طبیب ہوگئے۔ واپس آئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا زمانہ شروع ہو گیا تھا، انہوں نے ان کی جائیداد (84 گاؤں میں سے) سات واگذار کر دیئے اور جرنل کے عہدہ پر فوج میں مقرر کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ کے پردادا سے ایک سکھ رئیس ملنے کے لئے آیا تو وہ (حضرت مرزا گل محمد صاحب مرحوم) ملاقات کے لئے کوٹھے سے اُتر کے آئے۔ پیچھے پیچھے وہ تھے اور آگے آگے ان کے بیٹے جو حضرت مسیح موعودؑ کے دادا تھے (مرزا عطا محمد صاحب مرحوم)۔ گویا بیٹا پہلے اتر رہا تھا اور ان کے پیچھے ان کے والد آرہے تھے جو بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں حتی کہ میں نے خود سکھوں سے سنا ہے کہ لڑائی میں انہیں گولی ماری جاتی تھی تو گولی ان پر اثر نہیں کرتی تھی۔ جب وہ نصف سیڑھیوں پر پہنچے تو نیچے سکھ رئیس نے ان کے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا: واہ گروجی کا خالصہ۔ اس پر ان کے بیٹے نے بھی اسی رنگ میں جوابدیا کہ واہ گروجی کا خالصہ۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اِنّاَ لِلّٰہِ و انّا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے سیڑھیوں سے ہی واپس لوٹ گئے اور فرمانے لگے: سردار صاحب سے کہہ دو کہ میری طبیعت خراب ہوگئی ہے میں ان سے مل نہیں سکتا۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ پردادا صاحب نے یہ بھی کہا کہ اس بیٹے کے وقت میں ہماری حکومت جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

خاندان کی جائیداد

میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کی تعریف سنی ہے کہ مہاراجہ صاحب نے ہی یہ گاؤں واپس کیا ...... بے شک انہوں نے یہ گاؤں واپس کیا لیکن ہمارے خاندان نے بھی ہمیشہ ان کے خاندان سے وفاداری کی۔ جب انگریزوں سے لڑائیاں ہوئیں تو بعض بڑے بڑے سکھ سرداروں نے روپے لے لے کر علاقے انگریزوں کے حوالہ کر دیئے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں ان کی جاگیریں موجود ہیں۔ مثلاً پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر سکھوں کے گاؤں بھاگووال کے سرداروں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا مگر ہمارے دادا صاحب نے کہا کہ میں نے اس خاندان کا نمک کھایا ہے اس سے غداری نہیں کر سکتا۔ اسی غصہ میں انگریزوں نے ہماری جائیداد چھین لی تھی۔ بعد میں جو کچھ ملا مقدمات سے ملا۔ مگر یہی کہ قادیان کی کچھ زمین دیدی گئی۔ باقی بھینی، ننگل اور کھارے کا مالکان اعلیٰ قرار دیدیا گیا مگر یہ ملکیت اعلیٰ سوائے کاغذ چاٹنے کے کیا ہے۔ ورنہ سری گوبندپور کے پاس اب تک ایک گاؤں موجود ہے جس کا نام ہی مغلاں ہے اور وہاں تک ہماری حکومت کی سرحد تھی اور یہ بات اس علاقہ کے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہاں تک ہماری حکومت تھی۔

خلوت نشینی

کبھی وہ وقت بھی تھا کہ وہ شخص جس کے متعلق بعض دفعہ اس کے والد کے گہرے دوست بھی کہا کرتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مرزا غلام مرتضٰی صاحب کا مرزا غلام قادر کے سوا کوئی اَور بیٹا بھی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ گوشۂ تنہائی میں رہنے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے عادی تھے۔

خاندان کی نسلیں منقطع

حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا کہ تیرے سوا اس خاندان کی نسلیں منقطع ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اب اس خاندان میں سے وہی لوگ باقی ہیں جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ جس وقت آپؑ نے دعویٰ کیا اس وقت خاندان میں ستر کے قریب مرد تھے لیکن اب سوائے ان کے جو حضرت مسیح موعود کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں، ان ستر میں سے ایک کی بھی اولاد نہیں ہے۔

والد صاحب کو آپؑ کی فکر

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے والد صاحب اکثر افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میرا ایک بچہ تو لائق ہے۔ (یعنی مرزا غلام قادر صاحب) مگر دوسرا لڑکا (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) نالائق ہے، کوئی کام نہ اسے آتا ہے اور نہ وہ کرتا ہے۔ مجھے فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ کھائے گا کہاں سے؟ اور اس بات پر ان کو سخت رنج تھا کہ یہ اپنے بھائی کا دستِ نگر رہے گا۔ اور کبھی کبھی وہ آپؑ کے مطالعہ پر چڑ کر آپ کو ملاّں بھی کہہ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمارے گھر میں ملاّں کہاں سے پیدا ہو گیا ہے لیکن باوجود اس کے خود ان کے دل میں بھی آپؑ کا رعب تھا۔ اور جب کبھی وہ دنیاوی ناکامیوں کو یاد کرتے تھے تو دینی باتوں میں آپ کا استغراق دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے تھے کہ اصل کام تو یہی ہے جس میں میرا بیٹا لگا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی ساری عمر دنیا کے کاموں میں گزری تھی اس لئے افسوس کا پہلو غالب رہتا تھا۔ مگر آپؑ اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کسی کسی وقت قرآن و حدیث اپنے والد صاحب کو بھی سنانے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ اور یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو مختلف کاموں میں لگے ہوتے تھے اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شکار کرنا چاہتا تھا۔

خدمت دین کی لگن

مجھے سب سے زیادہ ایک بوڑھے شخص کی شہادت پسند آیا کرتی تھی۔ یہ ایک سکھ ہے جو بچپن کا واقف ہے۔ وہ آپؑ کا ذکر کر کے بے اختیار رو پڑتا ہے۔ سنایا کرتا ہے کہ ہم کبھی آپ کے پاس آکر بیٹھتے تھے تو آپ ہمیں کہتے جاکر میرے والد صاحب سے سفارش کرو کہ وہ مجھے دین کی خدمت کرنے دیں اور دنیوی کاموں سے باز رکھیں۔ پھر وہ شخص یہ کہہ کر رو پڑتا کہ "وہ تو پیدائش ہی سے ولی تھے۔"

محبت الٰہی

جب آپؑ کی عمر نہایت چھوٹی تھی تو اس وقت آپ اپنی ایک ہمنشین لڑکی کو جس سے بعد میں آپؑ کی شادی بھی ہو گئی، کہا کرتے تھے کہ "دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے۔" اس فقرہ سے جو نہایت بچپن کی عمر کا ہے پتہ چلتا ہے کہ نہایت بچپن کی عمر سے آپؑ کے دل میں کیسے جذبات موجزن تھے۔

بکریاں چرانا

حضرت مسیح موعودؑ کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک غیر احمدی نے سنایا کہ حضرت صاحب جب بچہ تھے، گاؤں سے باہر شکار کے لئے گئے اور شکار کے لئے پھندا تیار کرنے لگے، پھر اس خیال سے کہ کھانا کھانے کے لئے گھر نہیں جا سکیں گے ایک دھیلہ ایک بکری چرانے والے کو دیا کہ جاکر چنے بھنوالاؤ اور اس سے وعدہ کیا کہ اتنی دیر مَیں تمہاری بکریوں کا خیال رکھوں گا۔ وہ شخص جاکر کسی کام میں لگ گیا تو ایک دوسرے شخص نے کہا کہ آپ اس قدر دیر سے انتظار کر رہے ہیں، میں جاکر اسے بھیجتا ہوں۔ اور یہ شخص جاکر اس لڑکے کو تلاش کر کے شام کے قریب لایا۔ اس طرح آپؑ شام تک بکریاں چرایا کئے اور اپنے وعدہ پر قائم رہے۔ اور اُس کے آنے پر آپؑ اس پر ناراض بھی نہ ہوئے۔

جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا

گاؤں کاہلواں کا ایک سکھ مجھے اکثر ملنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ اُسے حضرت مسیح موعودؑ سے ایسی محبت تھی کہ باوجود سکھ ہونے کے آپؑ کی قبر پر جاکر سلام کیا کرتا تھا۔ خلافت کے ابتدائی ایام میں ایک دن وہ مجھے دیکھ کر چیخ مار کر کہنے لگا: آپکی جماعت نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مجھے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ سے اس کے تعلقات کا علم تھا، مَیں نے اسے محبت سے بٹھایا اور ساری بات پوچھی تو اس نے جو دکھ بتایا وہ یہ تھا کہ مرزا صاحب کی قبر پر مجھے متّھا ٹیکنے نہیں دیا گیا۔ میں نے کہا ہمارے ہاں یہ شرک ہے اور ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس نے کہا۔ اگر آپ کے مذہب میں یہ بات ناجائز ہے تو آپ نہ کریں مگر میرے مذہب سے آپ کو کیا واسطہ؟ پھر جب اس کا جوش ٹھنڈا ہؤا تو کہنے لگا: ہمارا آپ کے خاندان سے پرانا تعلق ہے، میرا باپ بھی آپ کے دادا صاحب کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب وہ آیا تو میں اور میرا ایک بھائی بھی ساتھ تھا۔ اس وقت ہم چھوٹی عمر کے تھے، آپکے دادا صاحب افسوس سے میرے باپ سے کہنے لگے: مجھے بڑا صدمہ ہے، اب میری موت کا وقت قریب ہے، مَیں اپنے اس لڑکے کو بہت سمجھاتا ہوں کہ کوئی کام کرے، مگر یہ کچھ نہیں کرتا۔ کیا میرے مرنے کے بعد یہ اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پڑا رہے گا۔ پھر کہنے لگے لڑکے لڑکوں کی بات مان لیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں سے کہا تم جاکر اسے سمجھاؤ، اور پوچھو کہ اس کی مرضی کیا ہے؟ ہم دونوں بھائی گئے۔ اور جاکر کہا آپ کے باپ کو شکوہ ہے کہ آپ کوئی کام نہیں کرتے، آپ کا ارادہ کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بات سن کر فرمایا کہ بڑے مرزا صاحب خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں میں نے جس کا نوکر ہونا تھا ہو چکا

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵/ دسمبر ۲۰۰۳ء کی زینت مکرم مہدی علی چودھری صاحب کی ایک نعت سے انتخاب پیش ہے:

چاند ہے گویا ترے نُور کا مظہر جاناں
اور ہر گل تری خوشبو سے معطر جاناں
تیرے ہی نفس سے پائی ہے ہر اِک ذرّے نے حیات
ہر ستارہ ہوا لولاک کا منظر جاناں
تُو ہی یاسیں، تُو ہی طہٰ، تُو مزمّل اے رسولؐ
اور کبھی نُور کی چادر میں مدثر جاناں

ہوں۔ ہم نے آکر بڑے مرزا صاحب سے کہہ دیا کہ وہ تو یہ کہتے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا: اگر وہ یہ کہتا ہے تو ٹھیک کہتا ہے۔

والد صاحب کے مقدمات کی پیروی

ابتدائی زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کو ان کے والد صاحب مقدمات کی پیروی کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک اہم مقدمہ کے لئے جس کی کامیابی پر خاندانی عزت کا انحصار تھا، آپ مہینہ ڈیڑھ مہینہ لاہور میں رہے۔ قادیان کے سید محمد علی شاہ صاحب لاہور میں رہتے تھے اُن کے پاس آپ ٹھہرے اور انہوں نے گاڑی کا انتظام کر دیا تھا جو آپؑ کو چیف کورٹ لے جاتی اور وہاں سے لے آتی تھی۔ ایک روز آپؑ جلدی گھر آگئے تو سید صاحب نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپؑ بڑے خوش تھے۔ فرمانے لگے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ سید صاحب نے آپؑ کی خوشی کو دیکھ کر سمجھا کہ مقدمہ میں کامیابی ہوئی ہو گی مگر جب پوچھا کہ کیا مقدمہ جیت گئے؟ تو آپ نے فرمایا۔ مقدمہ تو ہار گئے مگر اچھا ہوا جھگڑا تو مٹا، اب ہم اطمینان سے خدا تعالیٰ کو یاد کر سکیں گے۔ یہ سن کر سید صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور کہا: اس سے تو آپ کے خاندان پر تباہی آجائے گی اور آپ خوش ہو کر کہہ رہے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ نے کہا تھا پورا ہو گیا۔

تو دعویٰ سے قبل حضرت مسیح موعود کی یہ حالت تھی۔ آپ دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ آپ فرماتے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک اس نے مجھے مجبور نہیں کر دیا کہ دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوں اس وقت تک میں نے دنیا کی طرف توجہ نہ کی۔ گویا روحانی طور پر آپ غار میں رہتے تھے جس میں رہتے ہوئے آپ کو دنیا کی خبر نہ تھی اور دنیا کو آپ کی خبر نہ تھی۔

سیالکوٹ ملازمت میں حکمت

اگر حضرت اقدسؑ نے نوکری کی تو ضرور اس میں کوئی غرض ہو گی۔ آپؑ کے والد صاحب آپؑ کو دنیوی معاملات میں ہوشیار کرنے کے لئے مقدمات وغیرہ میں مصروف رکھنا چاہتے تھے لیکن آپؑ نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ دنیا اور اس کی دولت سب فانی چیزیں ہیں، مجھے ان کاموں سے معذور رکھا جائے۔ مگر جب انہوں نے آپؑ کا پیچھا نہ چھوڑا تو آپؑ سیالکوٹ چلے گئے کہ دن کو تھوڑا سا کام کر کے رات کو بے فکری کے ساتھ ذکرِ الٰہی کر سکیں۔ دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ قادیان ہماری ملکیت ہے اور اس لحاظ سے گویا وہاں کے لوگ ہماری رعایا ہیں۔ اس لئے اُن لوگوں کی آپؑ کے متعلق شہادت پر کوئی کہہ سکتا تھا کہ خواجہ کا گواہ مینڈک۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو سیالکوٹ لا ڈالا۔ جہاں آپ کو غیروں میں رہنا پڑا اور اس طرح خدا تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ ناواقف لوگوں میں سے وہ لوگ جن پر آپؑ یا آپؑ کے خاندان کا کوئی اثر نہ تھا۔ آپ کی پاکیزہ زندگی کے لئے شاہد کھڑے کئے جائیں۔ پھر سیالکوٹ میں عیسائیوں کا مرکز ہے وہاں آپ کو ان کے مقابلہ کا بھی موقعہ مل گیا۔ اُن سے مباحثات کرتے وقت مسلمانوں نے آپؑ کی زندگی کو دیکھا۔ قادیان کے لوگوں کو آپ کا مزارع کہا جا سکتا تھا مگر سیالکوٹ کے لوگوں کو یہ حیثیت نہیں تھی۔ وہاں کے تمام بڑے بڑے مسلمان آپ کی علو شان کے معترف ہیں۔ مولوی میر حسین صاحب جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے استاد تھے، وہ ہمیشہ اس بات کے معترف تھے کہ مرزا صاحب کا کیریکٹر بے نظیر تھا اور آپ کے اخلاق بہت ہی اعلیٰ تھے۔ پس خدا تعالیٰ نے آپ کو سیالکوٹ میں معمولی نوکری اسی غرض سے کرائی تھی کہ اس زمانہ میں عیسائیوں کا بڑا رعب ہوتا تھا۔ سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو وہ آپؑ کے ملنے کے لئے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں؟۔ اس نے کہا: میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت تھا اس امر کا کہ آپؑ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔

بعض بزرگ علماء کی وفات

محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب

صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب 12 / جنوری 2004ء کو ربوہ میں وفات پاگئے۔

آپ 13 / اپریل 1909ء کو نکودر ضلع جالندھر میں محترم خانصاحب فرزند علی خانصاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1921ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخلہ لیا۔ 1931ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1936ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے آنرز کیا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے یکم جون 1936ء سے جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ وفات تک خدمت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ 1936ء میں مدرسۃ البنات اور 1937ء میں جامعہ احمدیہ میں تقرر ہوا۔ اس دوران آپ نے بی ٹی کے علاوہ اردو اور عربی میں ایم اے بھی کر لیا۔ 1941ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تقرری ہوئی۔ 1946ء تا اپریل 1969ء تعلیم الاسلام کالج میں پڑھاتے رہے۔ 30 اپریل 1969ء کو صدر انجمن احمدیہ میں ناظر بیت المال آمد مقرر ہوئے۔ اس دوران ناظر ہونے کے ساتھ ساتھ 6 سال آٹھ ماہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا پرائیویٹ سیکرٹری ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی رکن تھے اور پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس کے بعد مختلف شعبوں میں مجلس کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ قریباً 12 سال تک مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے قائد عمومی رہے اور بوقت وفات اعزازی رکن تھے۔ 2 مئی 2002ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے عہدہ پر فائز فرمایا۔ آپ کو 68 سال تک خدماتِ سلسلہ بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپکی اہلیہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ 24 نومبر 1988ء کو وفات پاگئی تھیں۔ آپ کے 6 بیٹے ہیں۔

محترم مولانا محمد سعید انصاری صاحب

محترم مولانا محمد سعید انصاری صاحب مربی سلسلہ 9 / جنوری 2004ء بروز جمعۃ المبارک بعمر 88 سال لاہور میں وفات پاگئے۔ آپ موصی تھے، تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

آپ مورخہ 10 مارچ 1916ء بروز جمعہ تحصیل بٹالہ کے ایک گاؤں میں حضرت حکیم مولوی محمد اعظم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ دس سال تک سرکاری ملازمت کرنے کے بعد 1944ء میں فیروز سنز لاہور میں بطور پروف ریڈر کام شروع کیا۔ پھر 1946ء میں اپنی زندگی وقف کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی پہلی تقرری ملایا، سنگاپور میں بطور مربی فرمائی۔ 28 / مارچ 1948ء کو آپ سماٹرا (انڈونیشیا) تشریف لے گئے۔ دسمبر 1949ء میں برٹش نارتھ بورنیو میں تقرر ہوا اور 1959ء تک وہاں قیام پذیر رہے۔ 1961ء میں دوبارہ سنگاپور میں تقرری ہوئی۔ 1964ء میں ربوہ تشریف لائے اور جامعہ احمدیہ میں انڈونیشین زبان پڑھاتے رہے۔ 1967ء میں ملائیشیا بھجوایا گیا۔ 26 نومبر 1970ء کو ربوہ تشریف لائے اور تین سال تک دارالقضاء کیلئے خدمات کی توفیق پائی۔ 1973ء میں انڈونیشیا بھجوایا گیا۔ 1977ء میں ربوہ تشریف لائے تو جامعہ احمدیہ میں تقرری ہوئی اور 12 سال تک یہاں غیر ملکی طلبہ کو پڑھاتے رہے۔ 1980ء سے وکالت تبشیر ربوہ اور پھر وکالت اشاعت ربوہ میں جون 2003ء تک خدمت کا موقع ملا۔

آپ نے متعدد کتب انڈونیشین زبان میں ترجمہ کیں۔ 1986ء میں بطور نمائندہ تحریک جدید جلسہ سالانہ برطانیہ میں شامل ہوئے۔ آپ ایک نیک، دعاگو اور عالم باعمل بزرگ مربی تھے۔ آپ نے نہایت اخلاص، محنت اور لگن کے ساتھ 57 سال تک بے لوث خدمات سلسلہ ادا کرنے کی توفیق پائی۔

آپ کی اہلیہ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت مکرم محمد عالم صاحب 8/ اگست 1988ء کو وفات پاگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو 6 بیٹیوں سے نوازا۔

مکرم سمیع اللہ قمر صاحب

مکرم سمیع اللہ قمر صاحب امیر و مشنری انچارج زمبابوے ابن مکرم عطاء اللہ صاحب سابق اسسٹنٹ مینیجر سندھ جیننگ اینڈ پریسنگ فیکٹری 28 دسمبر 2003ء کو ہرارے (زمبابوے) میں حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پاگئے۔

آپ 31 / اگست 1951ء کو کنری سندھ میں پیدا ہوئے۔ کنری سے ہی میٹرک کا امتحان پاس کر کے 1969ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا اور 1977ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تقریباً 11 سال تک پاکستان کے مختلف مقامات پر خدمت دین کی سعادت حاصل کی۔ 1988ء میں زیمبیا بھجوائے گئے اور اپریل 1990ء میں آپ کا تبادلہ زمبابوے میں ہوا جہاں آپ نے بطور مشنری انچارج 13 سال کا عرصہ نہایت اخلاص اور جانفشانی سے خدمت دین کرتے ہوئے گزارا۔

آپ کو جلسہ سالانہ برطانیہ 1992ء میں شامل ہونے کا موقع بھی ملا۔ اپریل 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی وفات پر مجلس انتخاب خلافت میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی طرح آپ نے خلافت خامسہ کے پہلے جلسہ سالانہ برطانیہ 2003ء میں بھی شرکت کی۔ آپ نے پسماندگان میں بوڑھے والدین کے علاوہ پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مورخہ 15 / جنوری 2004ء بعمر 77 سال حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ربوہ میں وفات پاگئے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

آپ مورخہ 5/ مارچ 1927ء کو حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے بطن سے قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی فاضل، بی اے اور شاہد کے امتحان پاس کئے۔ 1945ء میں اپنی زندگی وقف کی۔ آپ کی پہلی تقرری 1952ء میں وکالت تبشیر تحریک جدید میں ہوئی جہاں آپ دو سال تک کام کرتے رہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ وکالت دیوان میں رہنے کے بعد 6 جون 1954ء کو انڈونیشیا بطور مربی سلسلہ بھجوائے گئے۔ 22 مارچ 1956ء کو وہاں سے واپسی ہوئی تو یکم مئی 1956ء تا 11 جون 1982ء جامعہ احمدیہ ربوہ میں درس تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ آپ 1962-63ء تا 1965-66ء صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی رہے۔

آپ کی اہلیہ مکرمہ سیدہ امۃ السمیع بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ خدا تعالیٰ کے فضل سے حیات ہیں۔ آپ نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ جن میں سے مکرم صاحبزادہ مرزا عبدالصمد احمد صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ ہیں۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۶/جنوری میں شامل اشاعت مکرمہ امۃ الرشید بدر صاحبہ کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

یہ مہر و ماہ اس کے ستارے اسی کے ہیں
یہ جھلملاتے نُور کے دھارے اسی کے ہیں
پھولوں میں حسن، تازگی، خوشبو اسی کی ہے
قوسِ قزح میں رنگ یہ سارے اُسی کے ہیں
کھینچی ہے اس کے ہاتھ نے تصویرِ کائنات
چاروں طرف حسین نظارے اسی کے ہیں

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 | Friday July 02, 2004 | Issue No. 27

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا کینیڈا میں ورود مسعود

دس ہزار سے زائد افراد کی طرف سے اپنے محبوب امام کا والہانہ استقبال

متعدد سیاسی شخصیات کی طرف سے حضور ایدہ اللہ کا پرتپاک خیر مقدم۔ وان سٹی کے میئر نے حضور انور کی خدمت میں شہر کی چابی پیش کی۔

(حضور انور ایدہ اللہ کے دورۂ کینیڈا کی مختصر جھلکیاں)

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

۲۱؍جون بروز پیر، صبح دس بج کر پندرہ منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کینیڈا کے دورہ پر روانگی کے لئے اپنی رہائشگاہ واقع احاطہ مسجد فضل لندن سے باہر تشریف لائے۔ حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے احباب جماعت کی ایک بڑی تعداد صبح سے ہی جمع ہونی شروع ہوگئی تھی۔ حضور انور نے ہاتھ ہلا کر سب کو السلام علیکم کہا اور اجتماعی دعا کے بعد ائرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔

گیارہ بج کر دس منٹ پر حضور انور ہیتھرو ائرپورٹ کے ٹرمینل نمبر چار پر پہنچے۔ حضور انور کی آمد سے قبل سامان کی بکنگ وغیرہ کی کارروائی مکمل ہوچکی تھی۔ ائرپورٹ پر حضور انور کو مکرم سید منصور شاہ صاحب نائب امیر یوکے اور دیگر جماعتی عہدیداران نے الوداع کہا۔ حضور انور کچھ دیر کے لئے VIP لاؤنج میں تشریف لے گئے۔ 11;35 بجے حضور انور جہاز میں سوار ہونے کے لئے لاؤنج سے روانہ ہوئے۔ برٹش ائرویز کی فلائٹ BA093 دوپہر بارہ بج کر دس منٹ پر ہیتھرو ائرپورٹ لندن سے ٹورنٹو (کینیڈا) کے لئے روانہ ہوئی۔ سات گھنٹے کی مسلسل فلائٹ کے بعد کینیڈا کے مقامی وقت کے مطابق دوپہر دو بج کر دس منٹ پر جہاز ٹورانٹو کے Pearson انٹرنیشنل ائرپورٹ پر اترا۔ جونہی حضور انور جہاز سے باہر تشریف لائے مکرم نسیم مہدی صاحب امیر و مشنری انچارج کینیڈا نے حضور ایدہ اللہ کا استقبال کیا۔ امیر صاحب کے علاوہ جہاز کے صدر دروازہ پر حکومت کے افسران، جوڈی سگرو (Judy Sgro) فیڈرل منسٹر امیگریشن اینڈ سٹیزن شپ، جم کیری جیانس (Jim Karygiannis) ممبر آف پارلیمنٹ اور پارلیمنٹری سیکرٹری ٹرانسپورٹ نے بھی حضور انور کا استقبال کیا۔ امیگریشن کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد حضور انور تھوڑی دیر کے لئے ائرپورٹ کے VIP لاؤنج میں تشریف لے گئے جہاں صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ باوجود اپنی بیماری کے حضور ایدہ اللہ کے استقبال کے لئے تشریف لائی ہوئی تھیں۔ ان کے ہمراہ ان کی صاحبزادی یاسمین ملک اور داماد مامون ملک اور بچے بھی حاضر تھے۔ اسی طرح مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب وکیل الاشاعت تحریک جدید ربوہ مع بیگم صاحبہ، صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب اور سید طارق احمد صاحب بھی موجود تھے۔ اسی طرح جماعت کینیڈا کی طرف سے حضور انور کے استقبال کے لئے امیر صاحب کینیڈا کے علاوہ خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر اول اور ڈاکٹر سید محمد اسلم داؤد صاحب نیشنل جنرل سیکرٹری، سیکورٹی کے خدام اور والنٹیئر حاضر تھے۔

وی آئی پی لاؤنج میں حکومت کے نمائندگان میں سے درج ذیل استقبال کے لئے حاضر تھے:

۱۔ آنریبل جوڈی سگرو، منسٹر آف امیگریشن اور سٹیزن شپ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔

۲۔ جم کیری جیانس۔ ممبر آف پارلیمنٹ، پارلیمنٹری سیکرٹری ٹرانسپورٹ۔

۳۔ آنریبل جو وولپے (Joe Volpe) فیڈرل منسٹر ہیومین ریسورسز (Human Resources)

۴۔ آنریبل جین آگسٹین (JAugustine) فیڈرل منسٹر آف کلچرزم۔

۵۔ آنریبل ماریا مِنّا (Maria Minna) ممبر آف پارلیمنٹ۔ سابق منسٹر انٹرنیشنل کوآپریشن۔

٦۔ آنریبل ڈیوڈ کیپلن (David Kaplan) منسٹر آف انفراسٹرکچر اینڈ ہاؤسنگ۔ جو وزیر اعلیٰ اونٹاریو کی نمائندگی میں تشریف لائے تھے۔

ٹورانٹو ائرپورٹ جس کا سرکاری نام Lester Pearson Airport ہے پیل ریجن (Peel Region) میں واقع ہے۔ اس ریجن کی پولیس کا ایک سینئر آفیسر Mike McMullen بھی حضور انور کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ VIP لاؤنج میں حضور انور نے ان سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور انہیں شرف مصافحہ بخشا اور ان سے گفتگو فرمائی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حضور انور جماعت کینیڈا کے مرکز بیت الاسلام کے لئے روانہ ہوئے۔ ائرپورٹ پر بھی اور پھر راستے میں بھی RCMP، جو پولیس کا مرکزی ادارہ ہے، کا نمائندہ حضور انور کی مشایعت کے لئے موجود رہا۔ جب قافلہ کی گاڑیاں یارک ریجن (York Region) جس میں بیت الاسلام واقع ہے داخل ہوئیں تو اس ریجن کی دو پولیس کاروں نے قافلہ کو Escort کرنا شروع کیا۔

بیت الاسلام مرکز اور ملحقہ احمدی آبادی دارالامن (Peace Village) کو حضور انور کے استقبال کے لئے دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ مختلف جگہوں پر آرائشی گیٹ تعمیر کرکے ان پر استقبالیہ نعرے درج تھے۔ اِنِّیْ مَعَکَ یَامَسْرُوْر۔ اَھْلًا وَّسَھْلًا وَّمَـرْحَبًـا، Welcome to Canada درج تھے۔ صدر دروازہ کی تزئین اور آرائش دیدہ زیب تھی۔

بیت الاسلام مشن ہاؤس سے ملحقہ علاقہ میں ایک بجے سے ہی احباب، خواتین اور بچے جمع ہونے شروع ہوگئے تھے حتیٰ کہ حضور انور کی 3:20 بجے تشریف آوری کے وقت ان کی تعداد دس ہزار سے کہیں تجاوز کرچکی تھی۔ ہر طرف خوشی سے تمتماتے چہرے اپنے پیارے آقا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بیتاب تھے۔ بیت الاسلام کے دامن میں شاہراہ احمدیہ ایوینیو کا صدر دروازہ بھی خوب سجا ہوا تھا۔

حضور انور کا قافلہ جین سٹریٹ (Jane Street) سے احمدیہ ایوینیو میں داخل ہوا تو حضور کی کار پر نظر پڑتے ہی ساری فضا 'السلام علیکم حضور' اور 'نعرہائے تکبیر' سے گونج اٹھی۔ ہزاروں کی تعداد میں احمدی احباب نے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ حضور انور کا استقبال کیا۔ حضور انور کار سے باہر تشریف لائے تو جماعت کی نمائندگی میں ملک لال خان صاحب نائب امیر دوم، نصیر احمد خان صاحب افسر جلسہ سالانہ، نیشنل سیکرٹری ضیافت، عبدالحلیم طیّب صاحب، نیشنل سیکرٹری تربیت اور خالد محمود ملک صاحب صدر پیس ویلج جماعت نے حضور انور کا استقبال کیا اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ اس دوران بچوں نے گلاب کی پتیاں حضور انور کی کار پر برسائیں۔ حضور انور نے احمدیہ ایوینیو پر چلنا شروع کیا اور احباب کے سلام اور پرجوش نعروں کا ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیا۔ مختلف راستوں پر احباب جماعت کا ایک ہجوم تھا جو پیارے آقا کے دیدار کے لئے بیتاب تھا۔ حضور انور نے ان تمام راستوں سے گزرتے ہوئے ہاتھ ہلا کر سب کے سلام اور نعروں کا جواب دیا۔ حضور انور کی آمد کے ساتھ ہی MTA CANADA کی طرف سے حضور انور کے استقبال کی Live Transmission شروع ہوگئی۔

احمدیہ ایوینیو کی جنوبی جانب تھوڑے فاصلے پر بچے اور بچیاں خوبصورت لباس میں ملبوس کورس کی شکل میں نغمے گا رہے تھے۔ دارالامن کی سڑک Mosque Gate پر پہنچ کر حضور انور بائیں ہاتھ مڑے تو ہزاروں احمدی خواتین اور بچیوں کو پنا منتظر پایا۔ وہ رومال ہلا ہلا کر اور اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے کینیڈا اور جماعت کے جھنڈے لہرا کر حضور انور کا استقبال کر رہی تھیں۔ حضور انور اور بیگم صاحبہ مدّ ظلہا کے ہمراہ ان ہزاروں خواتین کی طرف گئے اور سب کو شرف زیارت بخشا۔ اس دوران بچیاں مترنم آواز میں استقبالیہ نغمے پڑھ رہی تھیں۔ مسجد بیت الاسلام کے مغرب میں واقع وسیع گرین ایریا کا ایک بلاک خواتین کے لئے ریزرو کیا گیا تھا اور اس کے اندر سے گزرتا ہوا ایک لمبا راستہ جھنڈیوں سے بنایا گیا تھا تاکہ اس راستہ پر چلتے ہوئے حضور انور زیادہ سے زیادہ خواتین اور بچیوں کے سامنے سے گزریں اور ان کو شرف زیارت نصیب ہو۔

حضور انور کے استقبال کے لئے ٹورانٹو اور نواحی علاقہ جسے گریٹر ٹورانٹو (GTA) کہا جاتا ہے کی جماعتوں کے علاوہ کینیڈا کی متعدد دوسری جماعتوں، مونٹریال، آٹووا، ونڈسر، سینٹ کیتھرین، ہملٹن اور سسکاٹون سے بھی احباب جماعت کثیر تعداد میں آئے تھے۔

21؍جون کو موسم کی پیشگوئی میں بارش کا امکان بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نہایت فضل فرمایا اور حضور انور کے استقبال سے چند گھنٹے پہلے جب ہزارہا افراد بیت الاسلام مشن ہاؤس کے مختلف حصوں میں حضور انور کے استقبال کے لئے انتظار میں کھڑے تھے۔ اس وقت موسم نہایت خوشگوار رہا، ہلکے ہلکے بادل تھے اور خوشگوار ہوا اور نہایت معتدل درجہ حرارت کے

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔